نمبر ۶ | دار الامن والامان قادیان ۲۸ فروری سنہ ۱۹۰۳ء | جلد ۷

کلمات طیبات

حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن

۵ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوقت سیر مندرجہ ذیل تقریر فرمائی (ایڈیٹر)

دعا بڑی عجیب چیز ہے مگر افسوس یہ ہے کہ نہ دعا کرانے والے آداب دعا سے واقف ہیں اور نہ اس زمانہ میں دعا کرنے والے ان طریقوں سے واقف جو قبولیت دعا کے ہوتے ہیں بلکہ اصل تو یہ ہے کہ دعا کی حقیقت ہی سے بالکل اجنبیت ہو گئی ہے بعض ایسے ہیں جو سرے سے **دعا** کے منکر ہیں اور جو دعا کے منکر تو نہیں انکی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ چونکہ ان کی دعائیں بوجہ آداب الدعا کی ناواقفیت کے قبول نہیں ہوتی ہیں کیونکہ دعا اپنے اصلی معنوں میں دعا ہوتی ہی نہیں اسلئے وہ منکرین دعا سے بھی گری ہوئی حالت میں ہیں ان کی عملی حالت نے دوسروں کو دہریت کے قریب پہونچا دیا ہے۔

دعا کے لیے سب سے اول اس امر کی ضرورت ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ پر یہ سوء ظن نہ کر بیٹھے کہ اب کچھ بھی نہیں ہوگا۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اسقدر دعا کی گئی ہے کہ جب مقصد کا شگوفہ سرسبز ہونے کے قریب ہوتا ہے دعا کرنیوالے تھک گئے ہیں جسکا نتیجہ ناکامی اور نامرادی ہو گیا ہے۔ اور اس طریق نے یہانتک برا اثر پہونچایا ہے کہ پھر **دعا** کے تاثیرات کا انکار شروع ہوا اور رفتہ رفتہ اس درجہ تک نوبت پہونچ جاتی ہے کہ پھر خدا کا بھی انکار کر بیٹھتے ہیں اور کہدیتے ہیں کہ اگر خدا ہوتا اور وہ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہوتا تو اسقدر عرصہ دراز تک جو دعا کی گئی ہے کیوں قبول نہ ہوئی۔

مگر ایسا خیال کرنے والا اور ٹھوکر کھانیوالا انسان اگر اپنے عدم استقلال اور تلوّن کو سوچے تو اسے معلوم ہو جائے کہ یہ ساری نامرادیاں اسکی اپنی ہی جلد بازی اور شتابکاری کا نتیجہ ہیں جنپر خدا کی قوتوں اور طاقتوں کے متعلق بدظنی اور نامراد کرنیوالی بلا بڑھ گئی ہے پس کبھی تھکنا نہیں چاہیے۔

دعا کی ایسی ہی حالت ہے جیسے ایک زمیندار باہر جا کر اپنے کھیت میں ایک بیج بوتا ہے اب بظاہر تو یہ حالت ہے کہ اس نے اچھے بھلے اناج کو مٹی کے نیچے دبا دیا اسوقت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانہ ایک عمدہ درخت کی صورت میں نشوونما پاکر پھل لائے گا۔ باہر کی دنیا اور خود زمیندار بھی نہیں دیکھ سکتا کہ یہ دانہ اندر ہی اندر زمین میں ایک پودہ کی صورت اختیار کر رہا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانہ گل کر اندر ہی اندر پودہ بننے لگتا ہے اور تیار ہوتا رہتا ہے یہانتک کہ اسکا سبزہ اوپر نکل آتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اسکو دیکھ سکتے ہیں۔ اب دیکھو وہ دانہ جسوقت سے زمین کے نیچے ڈالا گیا تھا دراصل اسی ساعت سے وہ پودا بننے کی طیاری کرنے لگ گیا تھا۔ مگر ظاہر بین نگاہ اس سے کوئی خبر نہیں رکھتی اور اب جبکہ اسکا سبزہ باہر نکل آیا تو سب نے دیکھ لیا لیکن ایک نادان بچہ اسوقت یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اسکو اپنے وقت پر پھل لگے گا وہ یہ چاہتا ہے کہ کیوں اسی وقت اسکو پھل نہیں لگتا مگر عقلمند زمیندار خوب سمجھتا ہے کہ اسکے پھل کا کونسا موقع ہے وہ صبر سے اسکی نگرانی کرتا اور غور پرداخت کرتا رہتا ہے اور انتظار میں وہ وقت آجاتا ہے کہ جب اسکو پھل لگتا اور وہ پک بھی جاتا ہے۔ یہی حال **دعا** کا ہے

مردم شماری پنجاب اور فرقہ احمدیہ کے متعلق خطرناک غلطی

صوبہ پنجاب اور شمالی مغربی صوبہ کی مردم شماری کی رپورٹ اسوقت ہمارے سامنے ہے اس کے صفحہ ۱۴۳ پر سلسلۂ عالیہ کے متعلق پیراگراف نمبر ۳۹ میں ایک خطرناک اور قابل افسوس غلطی کا ارتکاب ہوا ہے۔

اس فرقہ کی تعداد کو ظاہر کرتے وقت صرف ۱۱۱۳ ایسے مردوں کی تعداد بتائی ہے جنکی عمر ۱۵ سال سے اوپر ہے اگرچہ اس تعداد میں ۱۵ سال سے کم عمر کے بچے اور عورتیں قطعاً شامل نہیں تاہم ہم اس تعداد کی صحت کو کسی حالت میں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور نہ کوئی شخص جو کہ فرقہ کی حیرت انگیز ترقی سے واقف ہے اس تعداد کو صحیح باور کر سکتا ہے بلکہ ہمارا یقین ہے کہ گورنمنٹ بھی اس تعداد کی صحت میں شک کرنیکی وجوہات رکھتی ہے۔ جبکہ ہفتہ وار [illegible] والے لوگوں کی فہرستیں مرتب ہو کر بعض ذمہ وار آفیسرز کے پاس یہاں سے پہونچتی ہیں اور ہم نے اپنے اخبار کے ذریعہ بیعت کرنے والوں کی فہرستوں کو شائع کیا ہے۔ جنمیں سے بعض اوقات کئی کئی سو آدمیوں کی فہرستیں شائع کیگئی ہیں۔

محکمۂ مردم شماری سے اس غلطی کا ارتکاب کیوں ہوا؟ ہمارے نزدیک چند ایسی وجوہات ہیں جو اس غلطی کا موجب ہوئے ہیں جنمیں سے بعض کے لیے ہم ذمہ وار ہو سکتے ہیں

اوّل۔ اس فرقہ کا الگ نام درج ہونے کے لیے جو اشتہارات شائع کیے گئے وہ ایسے وقت شائع ہوئے جبکہ مردم شماری کا کام شروع ہو چکا تھا اور ایسی حالت میں قریباً ناممکن تھا کہ تمام افراد کو پورے طور پر اطلاع ہو سکتی۔ اگرچہ محکمہ مردم شماری کے ذمہ وار آفیسرز کو اس امر سے واقف کرنے کے لیے پوری مستعدی کیگئی مگر تاہم ایسی عجلت میں کیا ہو سکتا تھا۔

دوم۔ محکمہ مردم شماری کیطرف سے بجائے خود کیسا ہی التزام کیوں نہ ہو لیکن یہ امر قرین قیاس نہیں بلکہ یقینی ہے کہ شمار کنندگان بوجہ اپنی کم سوادی اور کم واقفیت اور پھر کام کی کثرت اور وقت کی تنگی کے کبھی ایسی کوشش نہیں کرتے کہ پورے طور پر ہر فرد کی بابت دریافت کرکے لکھیں بلکہ عام قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمان کے نام کے ساتھ علی العموم سنّی کا لفظ لکھ دیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس امر کو تسلیم کرنے کے لیے ہمارے یورپین آفیسرز تیار ہوں مگر کام کرنیوالے دیسی صاحبان اس طرز عمل سے ناواقف نہ ہونگے۔ پس ان حالات میں عجلت شمار کنندگان کی کمی واقفیت اور اس فرقہ کا عدم علم ساری باتیں مل ملا کر اس غلطی کا باعث ہو گئی ہیں۔

ورنہ جس حال میں صوبہ بمبئی میں ۱۱۰۸ اور صوبجات متحدہ میں ۹۳۱ تعداد ہے تو یہ کبھی قابل پذیرائی نہیں ہو سکتی کہ پنجاب میں صرف ۱۵ برس سے اوپر مردوں کی تعداد ۱۱۱۳ ہی ہو۔ بحالیکہ اس فرقہ کا آغاز اسی پنجاب سے ہوا اور پنجاب ہی میں اس کے متعلق کثرت سے اشاعت ہوئی ہے۔ واقعات صحیحہ کی بناء پر یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ اس تعداد میں بہرحال محکمہ مردم شماری کو ایک غلطی یا دھوکا ضرور ہوا ہے۔

اس غلطی کے اسباب میں سے ممکن تھا ہم بھی ہو سکتے جبکہ یہ کہتے ہیں کہ اشتہار اس نام کے متعلق اسوقت ہوا جبکہ مردم شماری کا ابتدائی کام شروع ہوا تھا لیکن ہم اس سے بری الذمہ ہیں جب یہ دیکھتے ہیں کہ محکمہ مذکور کیطرف سے ایک اور خطرناک اور مزیل حیثیت عرفی غلطی کا ارتکاب ہوا ہے جو معمولی سہل انگاری کا نتیجہ ہے اور جس سے پایا جاتا ہے کہ اس پہلی غلطی کا پورا ذمہ وار بھی محکمہ مذکور ہی ہے۔ ورنہ ایسی بیہودہ غلطی نہ کی جاتی۔ اور وہ غلطی یہ ہے کہ ہمیں ظاہر کیا گیا ہے کہ اس فرقہ کے بانی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بحیثیت ایک مولوی کے پہلے چوہڑوں کو تبلیغ شروع کی۔ حالانکہ پنجاب کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ عالیجناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی اس قوم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں پیدا کیا محکمہ مردم شماری کے افسروں کو یہ غلطی اور دھوکا گورداسپور گزیٹیر بابت سنہ ۱۸۹۱ء کے صفحہ ۶۱ سے لگا ہے جہاں پہلے ہی اس غلطی کا ارتکاب ہو چکا تھا۔ اور ہمکو اچھی طرح یاد ہے کہ جب ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کو اس کی اصلاح کے متعلق لکھا گیا تھا تو انھوں نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور کو اسکی اصلاح کے لیے ہدایت کر دی تھی۔ پھر نہیں معلوم کہ یہ غلطی کیسے وقوع میں آئی

اس غلطی کی اصلاح بہت جلد ہونی چاہیے چنانچہ خود حضرۃ اقدس جناب میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس غلطی پر نوٹس لیکر ہز آنر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کو توجہ دلائی ہے ہم ذیل میں سر دست اس چٹھی کو درج کرتے ہیں اور ہز آنر سر چارلس ریوانہ بالقابہ کی گورنمنٹ سے توقع کرتے ہیں کہ وہ بہت جلد اسکی اصلاح کرکے فرقہ احمدیہ کی قریباً دو لاکھ پبلک کو ممنون فرمائینگے جنکے پیشوا اور امام کے متعلق ایسی غلطی ہو گئی ہے جو مزیل حیثیت عرفی ہے۔ وہ چٹھی یہ ہے۔

۱۔ پنجاب کی مردم شماری کی رپورٹ کے حصہ اول باب ۳ فقرہ ۳۹ صفحہ ۱۴۳ میں میرے متعلق لکھا گیا ہے کہ میرا پہلا کام بحیثیت ایک مولوی کے چوڑھوں کو تبلیغ کا تھا۔

۲۔ یہ بیان بالکل خلاف واقعہ اور بے بنیاد ہے اور میری عزت اور شہرت کو سخت نقصان پہونچانیوالا ہے۔

۳۔ جس شخص نے چوڑھوں کی تبلیغ کا دعوی کیا تھا وہ ایک بالکل الگ آدمی ہے جسکا نام امام الدین ہے جس کے اصول اسلام سے بالکل مخالف ہیں اور میں اور دیگر تمام سچے مسلمان ان اصولوں کو نفرت کی نگہ سے دیکھتے ہیں اور یہ شخص تیس سال سے زیادہ عرصہ سے میرے سخت مخالفوں میں سے ہے پس بالکل بعید از انصاف ہے کہ ایک ایسے شخص کی تعلیم کو میری طرف منسوب کیا جائے جس سے میں سخت بیزار ہوں۔

۴۔ چوڑھے ایک ایسی قوم ہے جو اس ملک میں جرائم پیشہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور میرا تعلق ایسی قوم سے ظاہر کرنا جو ایک بالکل بے بنیاد امر ہے۔ میری طرف ایک ذلیل حالت کو منسوب کرنا ہے چوڑھے ایک ذلیل قوم سمجھی جاتی ہے اور اس قسم کا بیان جو مردم شماری کی رپورٹ میں ہے میری شہرت کو سخت نقصان پہنچانے والا اور میرے اور گورنمنٹ کے ہزارہا وفادار اور معزز رعایا کے لوگوں کے دلوں کو دکھ دینے والا ہے جو مجھے اپنا روحانی پیشوا اور مذہبی سرگروہ تسلیم کرتے ہیں۔

۵۔ میرے اصول اور تعلیم جو ابتداء سے ہی لوگوں کو سکھاتا ہوں وہ ایسے اخلاق فاضلہ سکھانے والے اور اعلیٰ مراتب روحانیت پر پہونچانیوالے ہیں کہ چوڑھے تو ایکطرف رہے وہ مسلمان بھی نہ انکو قبول کر سکتے ہیں اور نہ انھوں نے قبول کیا ہے جو ذلیل حالت میں ہیں اور جنکی اخلاقی حالتیں گری ہوئی ہیں بلکہ صرف فہیم اور شریف انسان انکو قبول کرتے ہیں جو نہایت پاکیزہ زندگیاں بسر کرتے ہیں اور میرے پیرو وہ ہیں کثرت سے رئیس جاگیردار معزز گورنمنٹ کے عہدہ دار سوداگر فاضل علماء

اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ مسلمان ہیں۔

۶- یہی فقرہ کا ایک بیان میرے متعلق پہلے گوردا سپور گزیٹیر میں کیا گیا تھا لیکن جب گورنمنٹ کو اس غلطی کیطرف توجہ دلائی تو گورنمنٹ نے اپنی چٹھی نمبر ۹۳ مورخہ ۱۶ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء (عین اس وقت جبکہ مردم شماری ختم ہو چکی تھی) ہوم ڈیپارٹمنٹ میں جواب دیا تھا کہ یہ فقرہ نظر ثانی کے وقت نکال دیا جاوے گا اور اسکے متعلق گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر کو ہدایت کر دی گئی ہے

۷- یہ فقرہ اب ایسی کتاب میں درج کیا گیا ہے جو کہ دنیا میں معتبر سمجھی جاتی ہے اور اگر اسکی تردید معاً ہی نہ کی جاوے تو میری عزت اور شہرت کو نقصان پہونچاوے گا۔

۸- یہی فقرہ مردم شماری کی رپورٹ کی بنا پر سول ملٹری گزٹ لاہور میں چھاپ دیا گیا ہے اور تردید نہ ہونے کی صورت میں دوسرے تمام اخبارات میں اسیطرح شائع ہو کر مجھے نقصان پہونچانے والا ہوگا اور اسطرح پر تمام دنیا کے سامنے غلطی سے میرا تعلق ایک ذلیل قوم کے ساتھ ظاہر کیا جاوے گا۔

۹- میں رؤسا کے ایک ایسے خاندان سے ہوں جسکی گورنمنٹ ہمیشہ عزت کرتی رہی ہے بسبب ان قابل قدر خدمات کے جو اس خاندان نے وفاداری سے کی ہیں اور میری نسبت یہ خلاف واقع بیان تمام خاندان کی شہرت اور عزت کو داغ لگانے والا ہے۔

۱۰- گورنمنٹ اس بیان کا جھوٹا اور بے بنیاد ہونا افسران ضلع کی معرفت تحقیق کر سکتی ہے"

آخر میں یہ الفاظ فرقہ احمدیہ کے متعلق رپورٹ مردم شماری میں لکھے ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

"یہ فرقہ بڑے زور سے اس اعتقاد کو رد کرتا ہے کہ اسلام کا مہدی خونی مہدی ہوگا اور صحیح بخاری کی بنا پر جو حدیث کی کتابوں میں سب سے زیادہ معتبر ہے یہ روایت پیش کرتا ہے کہ وہ جنگ نہیں کرے گا بلکہ مذہب کی خاطر جو لڑائیاں ہوتی ہیں انکو بند کرے گا اپنی ضخیم تصنیفات میں مرزا صاحب نے جہاد کی تعلیم کے برخلاف بہت کوشش کی ہے اور اسبارہ میں یہ فرقہ اس فرقہ اہل حدیث کے جو افراط کیطرف چلا گیا ہے بالکل مخالف ہے۔"

اطلاع

میگزین کے مارچ کے نمبر میں جو مضمون شائع ہوگا تو وہ بڑا ہی نافع ہے اپریل کے رسالہ میں بکل ختم ہوگا اور حضرت اقدس کا یہ منشاء ہے کہ وہ ایک ہی رسالہ میں شائع ہو لہذا ضروری سمجھا گیا کہ مارچ اپریل کا اکٹھا رسالہ مارچ میں شائع ہو۔ مینیجر

صحیفۃ الولایہ پر ریمارک

نمبر دوم

گزشتہ نمبر کے پڑھنے سے ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ منشی واحد علی صاحب نے بینات کو چھوڑ کر متشابہات کیطرف قدم مارا ہے۔ اور ہمکو افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے قرآن شریف کی اس آیت پر دھیان نہیں کیا کہ فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ۔ ہم انکی نیت پر کوئی حملہ کرنا نہیں چاہتے لیکن انکا طرز عمل بتا رہا ہے کہ انہوں نے پبلک کو اگر مغالطہ میں نہیں ڈالا تو خود غلطی ضرور کھائی ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ صاف اور واضح امر کو چھوڑ کر ایک پہلو کو اختیار کرتے!!!

اب منشی واحد علی صاحب کا یہ کہنا کہ یہ بلا دلیل کہا جاتا ہے کہ انسان کے بیٹے کو ابن اللہ کہو صریح اتہام اور افترا ہے اور اگر متشابہات سے وہ ایسے نتائج پر پہونچ جانا غلطی نہیں سمجھتے تو پھر ہمکو اندیشہ ہوتا ہے کہ کل کو وہ قرآن کریم کی نسبت یہ ارشاد نہ کر دیں کہ یہ کتاب معاذ اللہ ماننے کے قابل نہیں کیونکہ اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو ید اللہ کہا گیا ہے ید اللہ فوق ایدیھم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قل یا عبادی کا ارشاد ہوتا ہے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کیوں مخاطب کر کے کہا کہ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔

منشی واحد علی صاحب کو اس میدان میں فی الحقیقت سنبھلکر قدم رکھنے کی ضرورت تھی جیسا کہ ان کے احمدی دوست نے انکو نصیحت کی تھی جسکو انہوں نے بدنیتی یا اپنی سادگی سے مفہوم بد میں لے لیا۔

اسی ابنیت پر بحث کرتے ہوے منشی صاحب نے یہ بھی لکھدیا ہے کہ گویا مرزا صاحب کا شرک فی الوحدت میں مبتلا ہوتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ نتیجہ منشی صاحب نے کہاں سے نکالا ہے۔ حالانکہ حضرت اقدس کی تمام تصانیف توحید کامل کو ظاہر کر رہی ہیں اور شرک فی الاسباب تک سے بھی آپ روکتے ہیں۔

شرک فی الوحدت کے ثبوت میں ایک تو آپ نے اسی انت منی بمنزلۃ اولادی کے الہام کو پیش کیا ہے جسکی تفسیر میں ہم خود حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے کلمات طیبات پیش کر چکے ہیں اور جو ایک خدا ترس مومن مسلمان کے لیے کافی ہیں جبکہ ۹۹ وجوہ کفر کی پاکر ایک وجہ اسلام پر بھی اسلام ہی کی طرف ترجیح دینے کا ارشاد ہے۔ اور ہر مومن اس کے لیے پابند ہے۔ منشی واحد علی صاحب کے نزدیک اس قسم کے الفاظ جو اولیاء اللہ اور انبیا علیہم السلام کے کلام میں پائے جاتے ہیں نہ بطور حقیقت بلکہ بطور مجاز تو ہمیں اندیشہ ہوتا ہے کہ انکو سرے سے اسلام ہی سے دست بردار ہونا پڑے گا۔ کیونکہ سبحانی ما اعظم شانی اور انا الحق کہنے والے اولیاء اللہ بھی ہو گذرے ہیں اور توریت میں انبیا علیہم السلام اور انکا بر پر ولد کا لفظ بولا گیا ہے حضرت یعقوب کو تو کہا گیا کہ اسرائیل فرزند من بلکہ نخست زادہ من است اور اسکے علاوہ اگر تشبیہات کی فہرست دکھا جاوے تو منشی صاحب غالباً اسے برداشت نہ کر سکینگے کم از کم منشی واحد علی صاحب نے حالی صاحب کے مسدس کو تو پڑھا ہوگا معلوم نہیں کہ

مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا

اس مصرعہ کے معنے جو انہوں نے ایک حدیث کا ترجمہ کیا ہے کیا کرتے ہونگے؟ یا اسپر بھی ایسے الفاظ بولنے کی وجہ سے فتویٰ کفر دینے کو طیار و آمادہ ہوں۔ بلکہ اس سے بھی تجاوز کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہی معاذ اللہ اعتراض کر دیں؟

منشی صاحب! تمکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو پہ عمل کریں اور غور کرکے بتائیں کہ آپکے ہی الفاظ اور بیہودہ نتیجہ کا اثر کہاں تک پہونچتا ہے۔

اتقوا اللہ! اتقوا اللہ!! اتقوا اللہ!!!

پھر آپ نے اسی شرک فی الوحدۃ کی کیفیت میں انت منی وانا منک پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ مرزا صاحب کو اللہ ہونے دعویٰ ہے ہم نہیں جانتے کہ ایسے کفر صریح کا اتہام ایک صادق پر ہرگز بیہودہ پر لگاتے ہوے کیوں انکا دل نہیں ڈرا۔ یہ دوسرا ثبوت ہے اس امر کا جو ہم نے اپنے مخالفین کی تین غلطیاں پیش کی ہیں۔

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ کے متعلق بھی موجود حضرت حجۃ اللہ نے بار ہا فرمایا اور جسکو ہم نے شائع کیا ہے اگر منشی واحد علی صاحب پڑھ لیتے اور خدا ترسی اور تقویٰ سے کام لیتے تو ایسا اعتراض کرتے ہوے خود انکو شرم آجاتی مگر

افسوس تو یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت اقدس کی تصانیف اور ہمارے ہاں کے اخبارات کو پڑھتے ہی نہیں اور اپنے خود تراشیدہ خیالات کی بنا پر ایک نتیجہ نکالنے کی بیہودہ کوشش کرتے ہیں جو ان قرائن کے لیے موجب ندامت ہونے کے علاوہ گناہ کا ذریعہ بنتا ہے۔ اب ہم ذیل میں وہ تشریح جو اس الہام کی خود اعلیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے درج کرتے ہیں اور پھر منشی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ وہ ایمان سے بتائیں کہ انکا اعتراض کہاں تک باقی رہتا ہے؟

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ

فرمایا پہلا حصہ تو بالکل اس الہام کا صاف ہے کہ توحید ظاہر ہوا یہ میرے فضل اور کرم کا نتیجہ ہے اور جس انسان کو خدا تعالیٰ مامور کر کے بھیجتا ہے اسکو اپنی مرضی اور حکم سے مامور کرتا ہے جیسے حکام کا بھی یہ دستور اور قاعدہ ہے اب اس الہام میں جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَنَا مِنْکَ اسکا یہ مطلب اور منشاء ہے کہ میری توحید میرا جلال اور میری عزت کا ظہور تیرے ذریعہ سے ہوگا۔ ایک وقت آتا ہے کہ زمین فسق وفجور اور شر وفساد سے بھر جاتی ہے لوگ اسباب پرستی میں ایسے فنا اور منہمک ہوتے ہیں کہ گویا خدا کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا ایسے وقت میں خدا تعالیٰ اپنے اظہار کیواسطے ایک بندہ اپنی طرف سے بھیج دیتا ہے ہندوؤں نے جو اوتار کا مسئلہ مانا ہے یہ بھی اسی کا ہے گویا خدا تعالیٰ ان کے اندر مجازی طور پر بولتا ہے۔

اس زمانہ میں اسباب پرستی اور دنیا پرستی اس طرح پھیل گئی ہے خدا تعالیٰ پر بھروسا اور ایمان نہیں رہا۔ دہریت اور الحاد کا زور ہے جو کچھ حالت اسوقت زمانہ کی ہے اسپر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ زمانہ زبان حال سے پکار رہا ہے کہ کوئی خدا نہیں۔ عملی حالت ایسی کمزور ہو گئی ہے کہ کھلی بےحیائی اور فسق وفجور بڑھ گیا ہے یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ دلوں سے خدا پر ایمان اور اسکی ہیبت اٹھ گئی ہے اور کوئی یقین اس ذات پر نہیں ورنہ یہ کیا بات ہے کہ انسان کو اگر معلوم ہو جاوے کہ اس سوراخ میں سانپ ہے تو وہ کبھی اس میں اپنا ہاتھ نہیں ڈالتا پھر یہ بےحیائی اور فسق وفجور اور اتلاف حقوق جو بڑھ گیا ہے کیا اس سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ خدا پر ایمان نہیں رہا۔ یا یہ کہو کہ خدا گم ہو گیا ہے

اس وقت خدا تعالیٰ نے اپنے ظہور کا ارادہ فرمایا ہے اور مجھے مبعوث کیا اسلیے مجھے کہا
اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ

اور اس کے یہی معنی ہیں کہ میرا جلال اور میری توحید وعظمت کا ظہور تیرے ذریعہ ہوگا۔ چنانچہ وہ نصرتیں اور تائیدیں جو اس سلسلہ کی اس نے کی ہیں اور جو نشانات ظاہر ہوئے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسکی توحید اور عظمت کے اظہار کے ذریعے ہیں۔

یہ امر کوئی ایسا امر نہیں کہ مشتبہ یا مشکوک ہو بلکہ تمام مذاہب میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے کہ ایک وقت خدا کے ظہور کا آتا ہے اور ایک وقت ہوتا ہے کہ خدا اسوقت گم ہوا ہوا سمجھا جاتا ہے اور یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اسکی ہستی اور توحید اور صفات پر ایمان نہیں رہتا۔ اور عملی رنگ میں دنیا دہریہ ہو جاتی ہے اسوقت جس شخص کو خدا اپنی تجلیات کا مظہر قرار دیتا ہے وہ اسکی ہستی توحید اور جلال کے اظہار کا باعث ٹھہرتا ہے اور وہ انا منک کا مصداق ہوتا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ خدا تعالیٰ کو کسی کے ذریعہ کی کیا ضرورت ہے؟ تو ہم یہ کہیں گے کہ یہ سچ ہے اسکو کوئی ضرورت نہیں ہے مگر اس نے اس عالم اسباب میں ایسا ہی پسند فرمایا ہے۔ دیکھو پیاس لگتی ہے یا بھوک لگتی ہے مگر یہ پیاس اور بھوک پانی اور کھانے کے بغیر فرو نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جسقدر قوتیں اور طاقتیں ہیں اور ان کے تقاضے ہیں وہ اسی طرح پورے ہوتے ہیں اسی طرح دنیا کی تمدنی زندگی کی اصلاح اور انتظام کے لیے اس نے بادشاہوں اور حکومت کے سلسلے کا نظام رکھا ہے جو شریروں کو سزا دیتے ہیں اور مخلوق کے حقوق ان کے جان ومال اور آبرو کی حفاظت کرتے ہیں۔

خدا خود اتر کر تو نہیں آتا۔ حالانکہ یہ سچ ہے کہ وہی حفاظت کرتا ہو اور شریروں کی شرارت سے بچاتا ہو اور محفوظ رکھتا ہے اسی طرح روحانی نظام کے لیے بھی اسکا ایسا ہی قانون ہے کہ پاکیزگی اور طہارت اور وہ ایمان جس سے معرفت بصیرت اور یقین پیدا ہو خدا ہی کیطرف سے آتا ہو اور اسکا ماتحت لیکر آتا ہو اور وہ آتا ہے خدا کے جلال اور عظمت کے اظہار کا۔ اور وہ اسوقت آتا ہے جب دنیا میں سچی پاکیزگی نہیں رہتی اور خدا سے دوری اور بعد ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا خدا ہے ہی نہیں اور جب دنیا کی نگاہ میں یہ وقت آ جاتا ہے اور ضرور نہیں رہتا تب خدا اپنے کسی بندہ کے ذریعہ ظہور فرماتا ہے چونکہ اس زمانہ میں مجھے بھیجا ہے اسلیے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا انت منی وانا منک دیکھو الحکم نمبر ۳۴ جلد [illegible]

امام الزمان کی ڈائری

۲۲ر فروری ۱۹۰۳ء

بدخوابی

ایک مخلص کی بدخوابی کے تذکرہ پر فرمایا دیکھو قرآن شریف سورۂ مزمل میں صاف تاکید ہے کہ انسان کو کچھ حصہ رات آرام بھی کرنا چاہیے اس سے دن بھر کی کوفت اور تکان دور ہو کر دن کو اپنا خرچ شدہ مادہ بہم پہنچانے کا وقفہ ملتا ہے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل یعنی سنت بھی اسی کے مطابق ثابت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اصلی وانوم اس میں انسان کی مثال ایک گھوڑے کی سی ہے۔ اگر ہم ایک گھوڑے سے ایک دن اسکی طاقت سے زیادہ کام لیں اور اسے آرام کرنے کا وقفہ ہی نہ دیں تو بہت قریب ایسا وقت ہوگا کہ ہم اسکے وجود کو ہی ضائع کر کے تھوڑے فائدہ سے بھی محروم ہو جائیں گے نفس کو گھوڑے سے مناسبت بھی ہے۔

سیالکوٹ کے ضلع کا ایک نمبردار نے بیعت کرنے کے بعد پوچھا کہ حضور اپنی زبان مبارک سے کوئی وظیفہ بتا دیں فرمایا کہ نماز کو سنوار کر پڑھو کیونکہ ساری مشکلات کی یہی کنجی ہے۔ اور اسی میں ساری لذات اور خزانے بھرے ہوئے ہیں صدق دل سے روزے رکھو صدقہ وخیرات کرو۔ درود واستغفار پڑھا کرو اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو۔ ہمسایوں سے مہربانی سے پیش آؤ۔ بنی نوع بلکہ حیوانوں پر بھی رحم کرو ان پر بھی ظلم نہ چاہیے خدا سے ہر وقت حفاظت چاہتے رہو۔ کیونکہ ناپاک اور نامراد ہے وہ دل جو ہر وقت خدا کے آستانہ پر نہیں گرا رہتا وہ محروم کیا جاتا ہے دیکھو اگر خدا ہی حفاظت نہ کرے تو انسان کا ایکدم گزارہ نہیں۔ زمین کے نیچے سے لیکر آسمان کے اوپر تک ہر طبقہ اس کے دشمنوں سے بھرا ہوا ہے۔ اگر اسی کی حفاظت شامل حال نہ ہو تو کیا ہو سکتا ہے دعا کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ ہدایت پر کاربند رکھے کیونکہ اس کے ارادے دو ہی ہیں۔ گمراہ کرنا۔ اور ہدایت دینا جیسا کہ فرماتا ہے یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا پس جب اس کے ارادے گمراہ کرنے پر بھی ہیں تو ہر وقت دعا کرنی چاہیے کہ وہ گمراہی سے بچاوے اور ہدایت کی توفیق دے۔ نرم مزاج ہو کیونکہ جو نرم مزاجی اختیار کرتا ہے خدا بھی اس سے نرم معاملہ کرتا ہے۔ اصل میں نیک انسان تو اپنا پاؤں بھی زمین پر

چیونٹی تک احتیاط سے رکھا ہے کہ کسی کیڑے کو بھی اُس سے تکلیف نہ ہو غرض اپنے ہاتھ سے پاؤں سے آنکھ وغیرہ اعضاء سے کسی کو کسی نوع کی تکلیف نہ پہنچاؤ اور دعا مانگتے رہو۔

مرزا خدا بخش صاحب الیر کوٹلہ سے تشریف لائے تھے۔ اُن سے وہاں کے جلسہ کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ انھوں نے سنایا کہ ایک شخص نے یوں اعتراض کیا۔ کہ اسلام میں جو چار بیویاں رکھنے کا حکم ہے یہ بہت خراب ہے اور ساری بد اخلاقیوں کا سرچشمہ ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ چار بیویاں رکھنے کا حکم تو نہیں دیا بلکہ اجازت دی ہے کہ چار تک رکھ سکتا ہے اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ چار ہی کو گلے کا ڈھول بنالے قرآن کا منشا تو یہ ہے کہ چونکہ انسانی ضروریات مختلف ہوتی ہیں اس واسطے ایک سے لیکر چار تک کی اجازت دی ہے۔ ایسے لوگ جو ایک اعتراض کو اپنی طرف سے پیش کرتے ہیں اور پھر وہ خود اسلام کا دعویٰ بھی کرتے ہیں میں نہیں جانتا کہ انکا ایمان کیسے قائم رہ جاتا ہے وہ تو اسلام کے معترض ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ ایک مقنن کو قانون بنانے کے وقت کن کن باتوں کا لحاظ ہوتا ہے بھلا اگر کسی شخص کی ایک بیوی ہے اُسے جذام ہو گیا ہے یا آتشک میں مبتلا ہے یا اندھی ہو گئی ہے یا اس قابل ہی نہیں کہ اولاد اُس سے حاصل ہو سکے وغیرہ وغیرہ عوارض میں مبتلا ہو جاوے تو اس حالت میں اب اس خاوند کو کیا کرنا چاہیے کیا اسی بیوی پر قناعت کرے۔ ایسی مشکلات کے وقت وہ کیا تدبیر پیش کرتے ہیں۔ یا بھلا اگر وہ کسی قسم کی بدمعاشی زنا وغیرہ میں مبتلا ہو گئی تو کیا اب اس خاوند کی غیرت تقاضا کرے گی کہ اسی کو اپنی پرعصمت بیوی کا خطاب دے رکھے۔ خدا جانے یہ اسلام پر اعتراض کرتے وقت اندھے کیوں ہو جاتے ہیں۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ مذہب ہی کیا ہے جو انسانی ضروریات کو ہی پورا نہیں کر سکتا۔ اب ان مذکورہ حالتوں میں عیسویت کیا تدبیر بتاتی ہے۔ قرآن شریف کی عظمت ثابت ہوتی ہے کہ انسانی کوئی ایسی ضرورت نہیں جس کا پہلے سے ہی اُس نے قانون نہ بنا دیا ہو۔ اب تو انگلستان میں بھی ایسی مشکلات کی وجہ سے کثرت ازدواج اور طلاق شروع ہوتا جاتا ہے ابھی ایک لارڈ کی بابت لکھا تھا کہ اُس نے دوسری بیوی کر لی آخر اُسے سزا بھی ہوئی مگر وہ امریکہ میں جا رہا۔

غرض دیکھو کہ انسان کے واسطے ایسی ضرورتیں پیش آتی ہیں یا نہیں کہ وہ ایک سے زیادہ بیویاں کرے۔ جب ایسی ضرورتیں ہوں اور اُن کا علاج نہ ہو تو یہی نقص ہے جسکے پورا کرنے کو قرآن شریف سے اتم اکمل کتاب بھیجی ہے +

اسی اثنا میں شراب کا ذکر شروع ہو گیا کسی نے کہا کہ اب تو حضور شراب کے بسکٹ بھی ایجاد ہوئے ہیں۔ فرمایا شراب تو انسانی شرم حیا عفت عصمت کا جانی دشمن ہے انسانی شرافت کو ایسا کھو دیتی ہے کہ جیسے کتے بلے گدھے ہوتے ہیں اسکو پیکر بالکل انھی کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ اب اگر بسکٹ کی بلا دنیا میں پھیلی تو ہزاروں ناکردہ گناہ بھی انہیں شامل ہو جایا کریں گے۔ پہلے تو بعض کو شرم و حیا ہی روک دیتی تھی اب بسکٹ لے اور جیب میں ڈال لیے۔ بات یہ ہے کہ دجال نے اپنی کوششوں میں تو کمی نہیں رکھی کہ دنیا کو فسق و فجور سے بھر دے مگر آگے خدا کے ہاتھ میں ہے جو چاہے کرے۔ اسلام کی کیسی عظمت معلوم ہوتی ہے ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اسلام پر یہی اعتراض کیا اُس سے شراب کی بدبو آئی۔ اُسکو حد مارنے کا حکم دیا گیا کہ شراب پیکر اسلام پر اعتراض کیا۔ مگر اب تو کچھ حد و حساب نہیں شراب پیتے ہیں زنا کرتے ہیں غرض کوئی بدی نہیں جو نہ کرتے ہوں مگر با ایں ہمہ پھر اسلام پر اعتراض کرنے کو طیار ہیں +

۲۳ فروری سنہ ۱۹۰۳ء

(ظہر سے پہلے)

فرمایا جسطرح اللہ تعالیٰ نے فضائل میں اس قوم اسلام کو امت موسیٰ کا مثیل بنایا ہے ویسے ہی رذائل بھی کل وہ اس قوم میں جمع ہیں جو ان میں پائے جاتے تھے۔ یہ قوم تو یہود کے نقش قدم پر ایسی چلی ہے جیسے کوئی اپنے آقا دعویٰ مطاع رسول کی پیروی کرتا ہے یہود کے واسطے قرآن شریف میں حکم تھا کہ وہ دو دفعہ فساد کریں گے اور پھر انکی سزا دہی کے واسطے اللہ تعالیٰ اپنے بندے اُن پر مسلط کرے گا۔ چنانچہ بخت نصر اور طیطوس دو نے ان لوگوں کو بری طرح سے ہلاک کیا اور تباہ کیا۔ اسکی مماثلت کے لیے اس قوم میں نمونہ موجود ہے کہ جب یہ فسق و فجور میں حد سے نکلنے لگے۔ اور خدا کے احکام کی ہتک اور شعائر اللہ سے نفرت ان میں آگئی اور دنیا اور اسکی زیب و زینت میں ہی گم ہو گئی تو اللہ نے انکو بھی اُسی طرح ہلاکو چنگیز خاں وغیرہ سے برباد کرایا۔ لکھا ہے کہ اُس وقت یہ آسمانی آواز آتی تھی ایها الکفار اقتلوا الفجار

غرض فاسق فاجر انسان خدا کی نظر میں کافر سے بھی ذلیل اور قابل نفرت ہے اگر کوئی کتاب قرآن شریف کے بعد نازل ہونے والی ہوتی تو ضرور ان لوگوں کے نام بھی اُسی طرح عبادا لنا میں داخل کیے جاتے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ آخر کار تیمور یا اُسکی اولاد بت پرستی وغیرہ سے باز آکر واحد خدا پر ایمان لائی ہے اسیطرح ادھر بھی چنگیز خاں کی اولاد مسلمان ہو گئی۔ غرض خدا نے مماثلت میں طابق النعل بالنعل والا صاف معاملہ کر کے دکھا دیا ہے +

ہماری گورنمنٹ

بعض بادشاہوں کی معدلت گستری کے متعلق ذکر ہوا آپ نے فرمایا کہ ہماری گورنمنٹ ہم نے تو غور سے دیکھا ہے کہ نازک معاملات میں بھی بلا تحقیق کے کوئی کارگزاری نہیں کرتی۔ بغاوت جیسے خطرناک معاملات میں تو بلا تحقیق اور فرد جرم اور ثبوت کے سوا گرفت کی نہیں جاتی تو دوسرے معاملات میں بھلا کہاں ایسا کرنے لگی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اور حکام تو ہیں کہ اُن کے نزدیک انسان تو گاجر مولی کی طرح سے ہوتے ہیں۔ کسی نے شکایت کی بس پکڑا اور قتل کر دیا۔ کوئی ضرورت نہیں کہ ثبوت کافی بہم پہنچایا جاوے یا کوئی لمبی تحقیقات کی جاوے۔ دیکھیے ہمارا مقدمہ پادری والا بھی تو ایک بغاوت کے ہی رنگ میں تھا کیونکہ ایک پادری نے جو اُن کے مذہب کا لیڈر اور گرو مانا جاتا تھا اُس نے ظاہر کیا تھا کہ گویا ہم نے اُسکے قتل کا منصوبہ کیا ہے۔ اور پھر اسپر بڑے بڑے اور پادریوں کی سفارشیں بھی تھیں مگر بلا تحقیق کے ایک قدم بھی نہ اٹھایا گیا۔ اور آخر کار وہ قوم کی پروا نہ کر کے ہمیں بری کیا گیا۔ غرض یہ بھی ہم پر خدا کا ایک فضل ہے کہ ایسی عادل گورنمنٹ کے ماتحت ہیں

دربار شام

امریکہ کے ایک انگریز کا اشتہار سنایا گیا جس میں اُسنے لکھا ہے کہ مسیح کی دوبارہ آمد کا وقت یہی وقت ہے۔ وہ کل نشانات پورے ہو گئے جو آمد ثانی کے پیش خیمہ تھے۔ اور اس نے اس بیان کو بڑے بڑے بشپوں اور فلاسفروں کی شہادت سے قوی کیا ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس کیا انکی یہ بات کہ مسیح کی آمد ثانی کا وقت یہی ہے اور اُس کے آنے کے تمام نشانات پورے

ہو گئے ہیں بالکل ہمارے منشا کے مطابق ہے۔ اور ہستی بھی ایسی ہے۔ ان کی وہ بات جو حق ہو اور جہاں تک وہ راستی کی حمایت میں ہو ٹوٹنے نہ کرنا چاہیے یہ لوگ ایک طرح سے ہماری خدمت کر رہے ہیں۔ اس ملک میں جہاں ہماری تبلیغ بڑی محنت اور صرف کثیر سے بھی پوری طرح سے کماحقہ نہیں پہونچ سکتی وہاں یہ ہماری اس خدمت کو مفت اچھی طرح سے پورا کر رہے ہیں۔ انھوں نے وقت کی تشخیص تو بالکل درست کی ہے مگر نتائج نکالنے میں سخت غلطی کرتے ہیں جو نیولے کی انتظار آسمان سے کرتے ہیں۔

اب آئے دن سنا جاتا ہے کہ کسی نے دعویٰ کیا ہے کہ میں ہی مسیح ہوں جو آنیوالا تھا یا میں مہدی ہوں جس کا انتظار کیا جاتا تھا یہ کچھ ہمارے لیے مضر نہیں ہیں یہ تو بلکہ ہماری صداقت کو اور بھی دوبالا کر کے دکھاتا ہے کیونکہ مقابلہ کے سوا کسی بھلائی یا برائی کا پورا اظہار نہیں ہو سکتا۔ یہ لوگ دعویٰ کرتے اور چند روز پانی اور جھاگ والا معاملہ کر کے دنیا سے رخصت ہو جاتے یا پاگل خانہ کی سیر کو روانہ کیے جاتے ہیں۔ یہ ہماری صداقت پر مہر ہیں۔ ہر نبی کے ساتھ کوئی نہ کوئی جھوٹا نبی بھی آتا ہے۔ چنانچہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں چار شخص ایسے تھے۔ اسیطرح اس زمانہ کے لیے بھی کہا تھا کہ بہت سے جھوٹے نبی آئینگے۔ سو یہ لوگ خود ہی اس پیشگوئی کو پورا کرتے ہیں۔ بھلا کوئی بتاوے کہ وہ مہدی سوڈانی اب کہاں ہے یا پیرس کا مسیح کیا ہوا۔ انجام نیک صرف صادق ہی کا ہوتا ہے۔ سارے جھوٹے اور مصنوعی آخر تھک کر رہ جاتے یا ہلاک ہو جاتے ہیں + اور جھوٹے کے انجام کا پتہ دوسروں کے لیے بطور عبرت کے چھوڑ جاتے ہیں۔

لاہور کے آریہ پترکا نے لکھا ہے کہ ہمارا شہید لیکھ کی ور کو ایک بزدل مسلمان کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اس دن کی یادگار قائم کرنی چاہیے کہ وہ دن بڑا متبرک جاننا چاہیے + اس پر آپ نے فرمایا کہ اصل میں ہمارے بیان کے آریہ بھول گئے۔ انکو بھی چاہیے تھا کہ ۶ مارچ کا دن جلسہ کے واسطے مقرر کرتے اور ان لوگوں کو خصوصیت سے اس دن کی تعظیم کرنی چاہیے کیونکہ الہام اصل میں اسیجگہ سے یہ تبرک لیا گیا تھا +

ایک شخص نے امریکہ سے تمباکو نوشی کے متعلق اسکے بہت سے مجرب نقصان ظاہر کرتے ہوئے اشتہار دیا اسکو آپ نے سنا فرمایا کہ اصل میں ہم اسلیے اسے سنتے ہیں کہ اکثر نوعمر لڑکے نوجوان تعلیم یافتہ بطور فیشن ہی کے اس بلا میں گرفتار و مبتلا ہو جاتے ہیں تا وہ ان باتوں کو سنکر مضر چیز کے نقصانات سے بچیں۔

فرمایا اصل میں تمباکو ایک دھواں ہوتا ہے جو اندرونی اعضا کے واسطے مضر ہے۔ اسلام لغو کاموں سے منع کرتا ہے اور اس میں نقصان ہی ہوتا ہے۔ لہذا اس سے پرہیز ہی اچھا ہے +

اللہ تعالے کی ہستی کا ثبوت جسطرح پیشگوئی دلاتی ہے ایسا اور کوئی سچا علم نہیں۔ معرفت کو زیادہ کرنے کا صرف یہی ایک طریق ہے۔ ہماری نسبت بھی اللہ تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں فرمایا ہے کہ تیری صداقت کو پیشگوئی کے ذریعہ سے ظاہر کروں گا۔

دیانند اور نیوگ

مجھے ایکدفعہ یہ خیال آیا کہ کیا وجہ تھی کہ دیانند نے بے حیائی اور بے غیرتی کا مسئلہ نکالا جسے کوئی شریف آریہ بھی بطیب خاطر پسند نہیں کرتا بلکہ اسکا نام سنکر گردن نیچی کر لیتا ہے اور چاہ ندامت میں غرق ہو جاتا ہے۔ تو میری سمجھ میں آیا کہ چونکہ وہ شخص بغیر بیوی کے تھا اس واسطے وہ سارے اخلاق جو بیوی کے ہونے سے وابستہ ہیں ان سب سے وہ محروم تھا۔ غیرت اور حمیت بھی ایک بیوی والے شخص کا ہی حصہ ہے چونکہ وہ بیوی سے محروم تھا اسواسطے وہ نیوگ کی خرابی کو محسوس نہیں کر سکا اور نہ سمجھا کہ اسطرح سے میں ہزاروں شریف لوگوں کے گلے پر چھری پھیرتا ہوں۔ یہی وجہ تھی ورنہ اگر اسکے عیال ہوتے وہ ہرگز ایسی بے غیرتی کو روا نہ رکھتا۔ اب بھی بہت سے شریف آریہ ہیں جو اسکے بڑے اصول سمجھکر صرف زبان سے مان لیتے ہیں ورنہ عملدرآمد بہت کم ہے۔

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرۃ اقدس اور آپکے اہلبیت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیریت ہیں۔ اور اسی ہفتہ میں آپنے آریہ سماج قادیان کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر ایک رسالہ ضخیم نسیم دعوت تصنیف فرمایا جو اپنے عالی مضامین اور عجیب طرز بیان کیوجہ سے بجائے خود ایک معجزہ ہے اس کی تصنیف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسول کی جو نصرت فرمائی ہے اسکے الفاظ بیان نہیں کر سکتے بہرحال یہ ہفتہ خدا کی خاص برکتوں کے نزول کا ہفتہ تھا الحمدللہ آج یہ ۵ جزو کا رسالہ ایک ہفتہ کے اندر اندر تصنیف اور طبع ہو کر چھپ گیا۔

۲۔ ۲۸ فروری اور یکم مارچ کو قادیان کے سالانہ جلسہ کا اعلان ہو چکا ہے اس جلسہ کی مفصل روئداد ہم انشاءاللہ بہت جلد شائع کرینگے۔ ۲۸ فروری کی شام کو نگر کیرتن جو جسمیں یوگیندر پال کی ابتدائی تقریریں خطرناک اشتعال دلانیوالی اور دوسرے مذاہب خصوصاً مسلمانوں کے دل دکھانیوالی تھیں۔ لالہ بڈھا مل اور منشی رام جی نے انکو پہلی ہی تقریر پر عقلمندی کے ساتھ روکدیا یوگیندر پال کا غیظ و غضب معلوم نہیں کیا رنگ لاتا۔ ایک اور موقعہ پر ایک شعر ہندی بجانیوالیکے جوش نے بعض مسلمانوں کے دلوں کو صدمہ پہنچایا۔ اگر حاکم علی کنسٹبل متعینہ قادیان کا عمدہ انتظام نہوتا تو ہمکو اندیشہ تھا کہ بعض سادہ دل مسلمان اپنے مذہب کی توہین دیکھ نہ سکتے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ آریہ سماج دوسرے مذاہب کے مقتداؤں کو گالیاں دینا اور انکی ہتک کرنا کیوں اپنے مذہب کی اشاعت کا ذریعہ سمجھتی ہے بہرحال ۲۸ کو قادیان کے بازار وغیرہ میں شام کیوقت اسکا رنگ کا اچھا مجمع تھا۔

۳۔ آج آریہ سماج کے جلسہ کا پہلا دن ہے۔ ڈپٹی انسپکٹر صاحب بٹالہ نے حفظ تقدم اور انتظام کے لیے لالہ زنگی رام صاحب سارجنٹ اور چند سپاہیوں کو بھیجا تھا۔ سارجنٹ صاحب مذکور دوران جلسہ میں اپنے فرض منصبی کو ادا کرتے رہے ہم امید کرتے ہیں کہ وہ ان تمام تقریروں پر مفصل نوٹ کرینگے جو یوگیندر پال اور پنڈت رام بھجدت نے نہایت جوش دلانیوالے الفاظ میں کی تھیں جسمیں حضرۃ اقدس امام علیہ الصلاۃ والسلام کی توہین اور گالیوں کے سوا کچھ نہ تھا جیسا کہ ہم انکی تقریروں کو (نقل کفر کفر نباشد) درج کرینگے اور گورنمنٹ کی توجہ کیلیے پیش کرینگے۔ ایسے وقت میں جبکہ اردگرد کے جاٹ اور سکھ لاٹھیاں لیکر موجود تھے ایسی تقریروں کا منشا کیا ہو سکتا تھا؟ سارجنٹ صاحب نے ایسی ہجوم کو دیکھکر تو اچھا انتظام کیا کہ انتظامی جماعت کو بڑھا لیگے واسطے دیہات کے جو کثیر بھی بلالیے تھے۔ جلسہ میں بار بار گلے کی رگیں پھلا پھلا کر کہا جاتا تھا کہ کہاں ہیں مرزا صاحب آئیں؟ یہ اسلیے کہ وہ جانتے تھے کہ حضرت اقدس ایسے مجمعوں میں جہاں فقط یہی احتمال نقض امن کا ہو کبھی نہیں جا سکتے اور علاوہ بریں انہوں نے کوئی درخواست مباحثہ کی نہیں کی تھی پھر وہ کیوں آتے؟ اور جبکہ وہ مباحثہ کو عرصہ ہوا بند کر چکے ہیں انکو بار بار پکارنا اور انکی توہین کرنا محض آئے ہوئے سکھوں کو جوش میں لانا اور [illegible] نہ کچھ اور۔

پنڈت رام بھجدت کی تقریر جوشیلا دلانیوالی اور دل آزار پر بیٹے ریویو کرنا چاہتا تھا تو انہوں نے انکو روکدیا اور منشی جی نے اعلان کیا کہ ہم حضرت اقدس کے مریدوں کی ساتھ آج کوئی گفتگو نہ کرینگے۔ انکو بولنے کا کوئی موقعہ نہ دینگے مرزا صاحب خود آئیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری رقیق رس گورنمنٹ نتیجہ پر پہنچیگی کہ اس مجمع کی کیا غرض تھی بہرحال ہم چونکہ مفصل روئداد لکھینگے۔ سردست اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

خبریں

منشی رحیم بخش صاحب قائمقام اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر منٹگمری اس عرصہ کے لیے ضلع مذکور کے افسر مال کا کام کرینگے جب کہ خان سلطان احمد صاحب آبادی کا جناب کی واپسیات بجبر

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا۔

اور جیسے اسیطرح دعا نشو و نما پاتی اور ثمرات ہوتی ہے جلد باز پہلے ہی تھک کر رہ جاتے ہیں اور صبر کرنے والے مآل اندیش استقلال کے ساتھ لگے رہتے ہیں اور اپنے مقصد کو پا لیتے ہیں۔

یہ بھی بات ہے کہ **دعا** میں بڑے بڑے مراحل اور مراتب ہیں جنکی ناواقفیت کیوجہ سے دعا کرنیوالے اپنے ہاتھ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ انکو ایک جلدی لگ جاتی ہے اور وہ صبر نہیں کر سکتے حالانکہ خدا تعالےٰ کے کاموں میں ایک تدریج ہوتی ہے۔

دیکھو یہ کبھی نہیں ہوتا کہ آج انسان شادی کرے تو کل کو اسکے گھر بچہ پیدا ہو جاوے حالانکہ وہ قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے مگر جو قانون اور نظام اس نے مقرر کر دیا ہے وہ ضروری ہے۔ پہلے نباتات کی نشو و نما کیطرح کچھ پتہ ہی نہیں لگتا چار مہینے تک کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتا پھر کچھ حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور پورے دن گذرنے پر بہت بڑی تکالیف برداشت کرنیکے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بچہ کا پیدا ہونا ماں کا بھی ساتھ ہی پیدا ہونا ہوتا ہے۔

مرد شاید ان تکالیف اور مصائب کا اندازہ نہ کر سکیں جو اس مدت حمل کے درمیان عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہیں مگر یہ سچی بات ہے کہ عورت کی بھی ایک نئی زندگی ہوتی ہے۔ اب غور کرو کہ اولاد کے لیے پہلے ایک موت خود اسکو قبول کرنی پڑتی ہے تب کہیں جا کر وہ اس خوشی کو دیکھتی ہے۔

اسیطرح دعا کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ موت اور مجاہدہ کو دیکھ کر ساری تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے اور کبھی بھی یہ وہم نہ کرے کہ دعا قبول نہیں ہوتی آخر ایک زمانہ آجاتا ہے اور دعا کے نتیجہ کے پیدا ہونیکا وقت پہنچ جاتا ہے گویا قرار کا بچہ پیدا ہو گیا ہے۔

دعا کو پہلے ضروری ہے کہ اس مقام اور حد تک پہونچایا جاوے جہاں پہونچکر وہ تاثیر ثابت ہوتی ہے جسطرح آتشی شیشی کے نیچے کپڑا رکھدیتے ہیں اور سورج کی شعاعیں اس شیشہ پر آ کر جمع ہوتی ہیں اور انکی حرارت وحدت اس مقام تک پہنچ جاتی ہے جو اس کپڑے کو جلا دے پھر یکایک وہ کپڑا جل اٹھتا ہے۔ اسیطرح ضروری ہے کہ دعا اس مقام تک پہنچے جہاں سے وہ قوت پیدا ہو جاوے کہ نامرادی کو جلا دیتی ہے اور مقصد مراد کو پورا کرنے والی ثابت ہو جاتی ہے۔

پیدا ست نمایاں کے عنایت جناب

مدت دراز تک انسان کو دعاؤں میں لگے رہنا پڑتا ہے آخر خدا تعالےٰ ظاہر کر دیتا ہے جنہے اپنے تجربہ سے دیکھا ہے اور گذشتہ راستبازوں کا تجربہ بھی اسپر شہادت دیتا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں دیر تک خاموشی کرے تو کامیابی کی امید ہوتی ہے لیکن جس امر میں جلد جواب مل جاتا ہے وہ ہونے والا نہیں ہوتا۔ عام طور پر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایک سائل جب کسی کے دروازہ پر مانگنے کے لیے جاتا ہے اور نہایت عاجزی اور اضطراب سے مانگتا ہے اور کچھ دیر تک جھڑکیاں کھا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا اور سوال کیے ہی جاتا ہے تو آخر اسکو بھی کچھ شرم آ ہی جاتی ہے خواہ کتنا ہی بخیل کیوں نہو پھر بھی کچھ نہ کچھ سائل کو دے ہی دیتا ہے تو کیا دعا کرنے والے کو کم از کم ایک معمولی سائل جتنا استقلال بھی نہیں ہونا چاہیئے اور خدا تعالےٰ جو کریم ہے اور حیا رکھتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اسکا عاجز بندہ ایک عرصہ سے اس کے آستانہ پر گرا ہوا ہے تو کبھی اسکا انجام بد نہیں کرتا۔ اگر انجام بد ہو تو اپنے ظن سے ہوتا ہے جیسے ایک حاملہ عورت چار پانچ ماہ کے بعد کہے کہ اب بچہ کیوں پیدا نہیں ہوتا اور اس خواہش میں کوئی مسقط دوا کھا لے تو اسوقت کیا بچہ پیدا ہو گا یا ایک مایوسی بخش حالت میں وہ خود مبتلا ہو گی۔ اسیطرح جو شخص قبل از وقت جلدی کرتا ہے وہ نقصان ہی اٹھاتا ہے اور نہ صرف نقصان بلکہ ایمان کو بھی صدمہ پہنچ جاتا ہے بعض ایسی حالتیں دہریہ ہو جاتے ہیں ہمارے گاؤں میں ایک نجار تھا اسکی عورت بیمار ہوئی اور آخر وہ مر گئی اُسنے کہا کہ اگر خدا ہوتا تو میں نے اتنی دعائیں کی تھیں وہ قبول ہو جاتیں اور میری عورت نہ مرتی اور اسطرح وہ دہریہ ہو گیا۔ لیکن سعید اگر اپنے صدق اور اخلاص سے کام لے تو اُسکا ایمان بڑھتا ہے اور سب کچھ ہو بھی جاتا ہے زمین کی دولتیں خدا تعالےٰ کے آگے کیا چیز ہیں وہ ایک دم میں سب کچھ کر سکتا ہے کیا دیکھا نہیں کہ اس قوم کو جسکو کوئی جانتا بھی نہ تھا بادشاہ بنا دیا۔ اور بڑی بڑی سلطنتوں کو انکا زیر فرمان بنا دیا۔ اور غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ انسان اگر تقویٰ اختیار کرے اور خدا تعالیٰ کا ہو جاوے تو دنیا میں اعلیٰ درجہ کی زندگی ہو مگر شرط یہی ہے کہ صادق اور وفادار ہو کر دکھلائے دل متزلزل نہ ہو۔ اور اسمیں کوئی آمیزش ریاکاری اور شرک کی نہ ہو **ابراہیم** علیہ السلام میں وہ کیا بات تھی جس نے انکو امۃ القانتہ اور ابو الحنفا قرار دیا اور خدا تعالیٰ نے اُسکو اسقدر عظیم الشان برکتیں دیں کہ شمار میں نہیں آ سکتیں وہ یہی صدق اور اخلاص تھا۔ دیکھو **ابراہیم** علیہ السلام نے بھی ایک دعا کی تھی کہ انکی اولاد میں سے عرب میں ایک نبی ہو۔ پھر کیا وہ اُسی وقت قبول ہو گئی ابراہیم کے بعد ایک عرصہ دراز تک کسی کو خیال بھی نہیں آیا کہ اس دعا کا کیا اثر ہوا۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں وہ دعا پوری ہوئی اور پھر کس شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

ظاہری نماز اور روزہ اگر اس کے ساتھ اخلاص اور صدق نہ ہو کوئی خوبی اپنے اندر نہیں رکھتا۔ جوگی اور سنیاسی بھی اپنی جگہ بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ان میں سے بعض اپنے ہاتھ تک سکھا دیتے ہیں اور بڑی بڑی مشقتیں اُٹھاتے اور اپنے آپکو مشکلات اور مصائب میں ڈالتے ہیں لیکن یہ تکالیف اُنکو کوئی نور نہیں بخشتی اور نہ کوئی سکینت اور اطمینان اُنکو ملتا ہے بلکہ اندرونی حالت انکی خراب ہوتی ہے۔ وہ بدنی ریاضت کرتے ہیں جسکو اندر سے کم تعلق ہوتا ہے اور کوئی اثر انکی روحانیت پر نہیں پڑتا۔ اسی لیے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا **لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوٰی** یعنے اللہ تعالےٰ کو تمھاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہونچتا بلکہ تقویٰ پہونچتا ہے۔ حقیقت میں خدا تعالےٰ پوست کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ مغز چاہتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر گوشت اور خون نہیں پہونچتا بلکہ تقویٰ پہونچتا ہے تو پھر قربانی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اسیطرح نماز روزہ اگر روح کا ہے تو پھر ظاہر کی کیا ضرورت ہے؟ اسکا جواب یہی ہے کہ یہ بالکل پکی بات ہے کہ جو لوگ جسم سے خدمت لینا چھوڑ دیتے ہیں انکو روح نہیں ملتی اور اسمیں وہ نیازمندی اور عبودیت پیدا نہیں ہو سکتی جو اصل مقصد ہے اور جو صرف جسم سے کام لیتے ہیں روح کو اسمیں شریک نہیں کرتے وہ بھی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں اور یہ جوگی اسی قسم کے ہیں۔

روح اور جسم کا باہم خدا تعالیٰ نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے۔ اور جسم کا اثر روح پر پڑتا ہے مثلاً اگر ایک شخص تکلف سے رونا چاہے تو آخر اسکو رونا آ ہی جائے گا۔ اور ایسا ہی جو تکلف سے ہنسنا چاہے اُسے ہنسی آ ہی جاتی ہے۔ اسیطرح نماز کی حسب حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا اُسکے ساتھ ہی

روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جسقدر جسم میں نیازمندی کی حالت دکھاتا ہے اسیقدر روح میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ خدا نے سجدہ کو قبول نہیں کرتا مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے جیسے نماز میں آخری مقام سجدہ کا ہے جب انسان نیازمندی کے انتہائی مقام پر پہونچتا ہے تو اُسوقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے۔ جانوروں تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے کتے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو آکر اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھدیتے ہیں اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدہ کی صورت میں کرتے ہیں۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جسم کو روح کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ ایسا ہی روح کی حالتوں کا اثر جسم پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جب روح غمناک ہو تو جسم پر بھی اس کے اثر ظاہر ہوتے ہیں اور آنسو اور پژمردگی ظاہر ہوتی ہے اگر روح اور جسم کا باہم تعلق نہیں تو ایسا کیوں ہوتا ہے۔ دوران خون بھی قلب کا ایک کام ہے مگر اسمیں بھی شک نہیں کہ قلب دریاشتی جسم کے لیے ایک انجن ہے۔ اسکے بسط و قبض سے سب کچھ ہوتا ہے۔ غرض جسمانی اور روحانی سلسلے دونوں برابر چلتے ہیں۔ روح میں جب عاجزی پیدا ہوتی ہے پھر جسم میں بھی پیدا ہو جاتی ہے اس لیے جب روح میں واقعی عاجزی اور نیازمندی ہو تو جسم میں اس کے آثار خودبخود ظاہر ہو جاتے ہیں اور ایسا ہی جسم پر ایک الگ اثر پڑتا ہے تو روح بھی اس سے متاثر ہو ہی جاتی ہے پس ضروری ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے حضور نماز میں کھڑے ہو تو چاہیے کہ اپنے وجود سے عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار کرو اگرچہ ہر وقت یہ ایک قسم کا نفاق ہوتا ہے مگر رفتہ رفتہ اسکا اثر دائمی ہو جاتا ہے اور واقعی روح میں وہ نیازمندی اور فروتنی پیدا ہونے لگتی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمکو نمازوں میں لذت نہیں آتی مگر وہ نہیں جانتے کہ لذت اپنی اختیار میں نہیں ہے اور لذت کا معیار بھی الگ ہے ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اشد درجہ کی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے مگر وہ اس تکلیف کو بھی لذة ہی سمجھ لیتا ہے دیکھو ٹرانسوال* میں جو لوگ لڑتے ہیں۔ باوجودیکہ معین جانیں جاتی ہیں اور عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوتے ہیں مگر قومی حمیت اور پاسداری انکو ایک لذة اور سرور کے ساتھ موت کے منہ میں لے جا رہی ہے۔

باقی آئندہ

ایک نو وارد اور حضرت اقدس علیہ السلام

گذشتہ اشاعت سے آگے

۱۵ فروری کی سیر

اعلیٰ حضرة حجة اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کو یہ مقصود تھا کہ جسطرح ممکن ہو اس شخص کو پورے طور پر تبلیغ ہو جاوے اس لیے اسکی ہر بات اور ہر ایک اعتراض کو نہایت توجہ سے سنکر اسکا مبسوط جواب فرماتے آج جب آپ سیر کو تشریف لے چلے تو حضرة ابراہیم علیہ السلام کے اس قصہ سے سلسلہ تقریر شروع ہوا رب ارنی کیف تحی الموتیٰ۔

فرمایا کہ حضرة ابراہیم علیہ السلام کے اس قصہ پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے ......

...... کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت آپ سے بھی بڑھی ہوئی تھی۔ یہ آیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو ثابت کرتی ہے کیونکہ حضرة ابراہیم علیہ السلام کو یہ ارشاد ہوا **اولم تؤمن** کیا تو اسپر ایمان نہیں لاتا۔ اگرچہ حضرة ابراہیم علیہ السلام نے اسکا جواب یہی دیا کہ **بلیٰ** ہاں میں ایمان لاتا ہوں مگر اطمینان قلب چاہتا ہوں لیکن آنحضرة صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسا سوال نہ کیا اور نہ ایسا جواب دینے کی ضرورة پڑی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پہلے ہی سے ایمان کے انتہائی مرتبہ اطمینان اور عرفان پر پہونچے ہوئے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **ادبنی ربی فاحسن ادبی** تو یہ آیت آنحضرة صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو ثابت کرتی ہے ہاں ہمیں بھی کوئی شک نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بھی ایک خوبی اس سے پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا **اولم تؤمن** تو انھوں نے نہیں کہا کہ میں اسپر ایمان نہیں رکھتا بلکہ یہ کہا کہ ایمان تو رکھتا ہوں مگر اطمینان چاہتا ہوں۔

پس جب ایک شخص ایک شرطی اقتراح پیش کرے اور پھر یہ کہے کہ میں اطمینان قلب چاہتا ہوں تو وہ اس سے استدلال نہیں کر سکتا۔ کیونکہ شرطی اقتراح پیش کرنے والا تو ادنیٰ درجہ بھی ایمان کا نہیں رکھتا بلکہ وہ تو ایمان اور تکذیب کو مقابلہ ہے اور تسلیم کرنیکو مشروط با اقتراح کرتا ہے پھر وہ کیونکر کہہ سکتا ہے کہ میں ابراہیم کیطرح اطمینان قلب چاہتا ہوں؟ ابراہیم نے تو ترقی ایمان چاہی ہے انکار نہیں کیا اور پھر اقتراح بھی نہیں کیا۔ بلکہ احیاء موتیٰ کی کیفیت پوچھی ہے اور اسکو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے یہ نہیں کہا کہ اس مردہ کو زندہ کرکے دکھا یا یوں کر۔ اور پھر اسکا جواب جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ بھی عجیب اور لطیف ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو چار جانور لے یا انکو اپنے ساتھ ہلالے۔ یہ غلطی ہے جو کہا جاتا ہے کہ ذبح کرنے کیونکہ اسمیں ذبح کرنیکا لفظ نہیں بلکہ اپنے ساتھ ہلالو جیسے لوگ بٹیر یا تیتر یا بلبل کو پالتے ہیں اور اپنے ساتھ ہلا لیتے ہیں پھر وہ اپنے مالک کی آواز سنتے ہیں۔ اور اسکے بلانے پر آجاتے ہیں۔ ایسے طور پر حضرت ابراہیم کو احیاء اماتت سے انکار نہ تھا بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ مردے خدا کی آواز کسطرح سنتے ہیں اس سے انھوں نے سمجھ لیا کہ ہر چیز طبعاً اور فطرتاً اللہ تعالیٰ کی مطیع اور تابع فرمان ہے۔

نو وارد - کیا آنحضرة صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن شریف میں ایسا فرمایا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل فرمایا۔

حضرت اقدس - میں قرآن شریف سے یہ استنباط کرتا ہوں کہ سب انبیاء کے وصفی نام آنحضرة صلے اللہ علیہ وسلم کو دیے گئے کیونکہ آپ تمام انبیاء کے کمالات متفرقہ اور فضائل مختلفہ کے جامع تھے اور اسی طرح جیسے تمام انبیاء کے کمالات آپکو ملے قرآن شریف بھی جمیع کتب کی خوبیوں کا جامع ہے چنانچہ فرمایا **فیہا کتب قیمة** اور **مافرطنا فی الکتب** ایسا ہی ایک جگہ آنحضرة صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ملا ہے کہ تمام نبیوں کا اقتدا کر۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ امر دو قسم کا ہوتا ہے ایک تو تشریعی ہوتا ہے جیسے یہ کہا کہ نماز قائم کرو۔ یا زکوٰة دو وغیرہ اور بعض امر بطور خلق ہوتا ہے جیسے **یا نار کونی بردا و سلاما علیٰ ابراہیم** یہ امر جو ہے کہ تو سب کی اقتدا کر یہ امر بھی خلقی اور کونی ہے یعنی تیری فطرة کو حکم دیا کہ وہ کمالات جو جمیع انبیاء علیہم السلام میں متفرق طور پر موجود تھے تمہیں یکجائی طور پر موجود ہوں اور گویا اس کے ساتھ ہی وہ کمالات اور خوبیاں آپ کی ذات میں جمع ہو گئیں۔

چنانچہ ان خوبیوں اور کمالات کے جمع ہونے ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ پر نبوة ختم ہو گئی اور یہ فرمایا کہ **ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین**

ختم نبوة کے یہی معنی ہیں کہ نبوة کی ساری خوبیاں اور کمالات تجھ پر ختم ہو گئے۔ اور آئندہ کے لیے کمالات نبوة کا باب بند ہو گیا۔ کہ کوئی نبی مستقل طور پر

---

* اس وقت ٹرانسوال کی جنگ جاری تھی ایڈیٹر

نہ آئے گا۔

نبی عربی اور عبرانی دونوں زبانوں میں مشترک لفظ ہے جس کے معنے ہیں خدا سے خبر پاکر پیشگوئی کرنے والا جو لوگ براہ راست خدا سے مکالمہ کرتے اور اس سے خبر پاتے تھے وہ نبی کہلاتے تھے اور یہ گویا اصطلاح ہو گئی تھی مگر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسکو بند کر دیا ہے اور مہر لگا دی ہے کہ کوئی نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مہر کے بغیر نہیں ہو سکتا جبتک آپکی اُمّت میں داخل نہو۔ اور آپ کے فیضان سے مستفیض نہو وہ خدا سے مکالمہ کا شرف نہیں پا سکتا جبتک آنحضرة صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں داخل نہو اگر کوئی ایسا ہے کہ وہ بدون اس اُمّت میں داخل ہونے اور آنحضرة صلے اللہ علیہ وسلم سے فیض پانیکے بغیر کوئی شرف مکالمہ الٰہی حاصل کرسکتا ہے تو اُسے میرے سامنے پیش کرو۔

یہی ایک آیۃ زبردست دلیل ہے اس امر پر جو ہم کہتے ہیں کہ حضرة عیسیٰ دوبارہ نہیں آوینگے بلکہ آنے والا اس اُمّت میں سے ہوگا کیونکہ وہ نبی ہونگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبوة کا فیضان حاصل کرسکتا ہی نہیں جبتک وہ آنحضرتؐ سے استفاضہ نہ کرے جو صاف لفظوں میں یہ ہے کہ آپکی اُمّت میں داخل نہو۔ اب خاتم النبین والی آیت تو صریح روکتی ہے پھر وہ کسطرح آسکتے ہیں۔ یا اُنکو نبوة سے معزول کرو اور دوسری یہ ہتک اور بیعزتی روا رکھو اور یا یہ ہم ماننا پڑے گا کہ آنیوالا اسی اُمّت میں سے ہوگا۔

نبی کی اصطلاح مستقل نبی پر بولی جاتی تھی۔ مگر اب خاتم النبین کے بعد یہ مستقل نبوۃ کا کام نہیں ہو سکتا ہے

قارئے کہ زو ولی مسموع است
معجزہ آں نبی متبوع است

پس اس بات کو خوب غور سے یاد رکھو کہ جب آنحضرة صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوة کا شرف پہلے سے حاصل ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ پھر آئیں اور اپنی نبوة اور اپنی نبوۃ کو کھو دیں۔ یہ آیۃ آنحضرة صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل نبی کو روکتی ہے۔ البتہ یہ امر آنحضرة صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کو بڑھانے والا ہے کہ ایک شخص آپ ہی کی اُمّت سے آپ ہی کے فیض سے وہ درجہ حاصل کرتا ہے جو ایک وقت مستقل نبی کو حاصل ہو سکتا تھا۔ لیکن اگر وہ خود ہی آئیں تو پھر صاف ظاہر ہے کہ پھر اس خاتم الانبیا والی آیۃ کی تکذیب لازم آتی ہے اور خاتم الانبیا حضرت

مسیح ٹھیرینگے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آنا بالکل غیر مستقل ٹھہر جاویگا۔ کیونکہ آپ پہلے بھی آئے اور ایک عرصہ کے بعد آپ رخصت ہو گئے اور حضرت مسیح آپ سے پہلے بھی رہے اور آخر پر بھی وہی رہے۔ غرض اس عقیدہ کے ماننے سے کہ خود ہی حضرت مسیح آنیوالے ہیں بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور ختم نبوة کا انکار کرنا پڑتا ہے جو کفر ہے۔

اس کے علاوہ قرآن شریف کی ایک اور آیۃ بھی جو صاف طور پر مسیح کی آمد ثانی کو روکتی ہے اور وہ وہی آیۃ ہے جو کل بھی میں نے بیان کی تھی یعنی فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم۔ اگر حضرت مسیح قیامت سے پہلے دنیا میں آئے تھے اور چالیس برس تک رہکر انہوں نے کفار اور مشرکین کو تباہ کیا تھا جیسا کہ اعتقاد رکھا جاتا ہے؟ پھر کیا خدا تعالیٰ کے سامنے انکو یہ کہنا چاہیے تھا کہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم یا یہ کہنا چاہیے تھا کہ میں نے تو کافروں اور مشرکوں کو ہلاک کیا اور انکو جاکر اس شرک سے نجات دی کہ تم مجھکو اور میری ماں کو خدا نہ بناؤ۔

اس آیۃ پر خوب غور کرو یہ اُنکی دوبارہ آمد کو قطعی طور پر رد کرتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ختم نبوت والی آیت بھی انکو دوبارہ آنے نہیں دیتی اب یا تو قرآن شریف کا انکار کرو۔ یا اگر اسپر ایمان ہے تو پھر اس باطل خیال کو چھوڑنا پڑے گا اور اس سچائی کو قبول کرنا پڑے گا جو میں لے کر آیا ہوں۔

یہ بھی بات ہے کہ آنیوالا اسی اُمّت سے ہوگا۔ اور حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص مثیل مسیح بھی تو ہو۔ اگرچہ محدثین اس حدیث کی صحت پر کلام کرتے ہیں مگر اہل کشف نے اسکی تصدیق کی ہے اور قرآن شریف خود بھی تائید کرتا ہے۔ محدثین نے اہل کشف کی یہ بات مانی ہوئی ہے کہ وہ اپنے کشف سے بعض احادیث کی صحت کر لیتے ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح نہوں اور ایسا ہی بعض کو غیر صحیح قرار دیسکتے ہیں۔

سو یہ حدیث اہل کشف نے جنہیں روحانیت اور تصفیہ قلب ہوتا ہے صحیح بیان کی ہے اور جیسا میں نے کہا ہے کہ قرآن شریف بھی اسکا مصداق ہے کیونکہ اس حدیث سے بھی سلسلہ موسوی کی طرح ایک سلسلہ کے قائم ہونے کی تصدیق ہوتی ہے اور قرآن شریف بھی سلسلہ موسویہ کے بالمقابل

ایک سلسلہ قائم کرتا ہے۔ اسی کیطرف علاوہ اور آیات قرآنی کے اھدنا الصراط المستقیم بھی اشارہ کرتا ہے یعنی جو پہلے منعم علیہم ہو گئے ہیں ہمکو بھی عطا کر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ چودہ سو برس تک رکھا گیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو نابود کرنا چاہا۔ اور اس قوم کو ضربت علیہم الذلة کا مصداق بنا دیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے یہ کہا کہ انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ یعنی یہ سلسلہ موسوی سلسلہ کے بالمقابل ہے اور یہ عمارت موسوی عمارۃ کے مقابلہ پر ہے جیسے اسمیں اخیار ہیں ویسے ہی اسمیں بھی اخیار ہیں ایسا ہی اشرار بھی بالمقابل پائے جاتے ہیں یہانتک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی یہودی نے ماں سے زنا کیا ہوگا تو تم میں سے بھی ایسے ہونگے اور اگر کوئی سوسمار کے بل میں گھسا ہوگا تو مسلمان بھی گھسیں گے یہ کیسی مشابہت اور مماثلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے اب تعجب ہے مسلمانوں پر کہ وہ یہ تو روا رکھتے ہیں کہ اس اُمّت میں سے یہودی بنجاویں اور یہ پسند نہیں کرسکتے کہ اس اُمّت میں سے کوئی مسیح بھی ہو جاوے۔!!

موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں مسیح کو بھیجا گیا تھا۔ اسی مماثلت کے لحاظ سے ضروری تھا کہ اس اُمّت میں بھی اس صدی پر مسیح آئے تا کہ اس اُمّت کا فضل ظاہر ہووے اور دیا واسکے کُطوف بھی اسی پر دلالت کرتے ہیں اور جو نشانات ہونے کے لیے رکھے گئے تھے وہ بھی اپنے اپنے وقت پر پورے ہو گئے۔ درحقیقت اعداد جانتے ہیں جو نہیں ہونے والے ہوتے وہ نہیں ہوتے اگر علماء کے سینے سچے ہوتے تو جو کچھ انھوں نے مانا ہوا تھا انہیں سے کچھ تو پورا ہوتا۔ اعانت اسلام کا زمانہ تو یہی تھا پھر کیا وجہ ہے کہ خدا نے بقول ان کے کچھ بھی نہ کیا؟ انگریزوں کا تسلط وھم من کل حدب ینسلون کا مصداق ہو گیا۔ اور واذا العشار عطلت کے موافق اونٹنیاں بیکار ہو گئیں جو اس آخری زمانہ کا ایک نشان ٹھہرایا گیا تھا عشار حاملہ اونٹنیوں کو کہتے ہیں یہ لفظ اس لیے اختیار کیا گیا ہے تا یہ وہم نہ رہے جیسا بعض لوگ کہتے ہیں کہ قیامت کے متعلق ہے۔ قیامت میں تو حمل نہ ہوگا۔ اور انکا رہونا یہانتک الگ رہا کہ مکہ مدینہ کے درمیان بھی ریل تیار ہو رہی ہے اخبارات نے بھی اس آیت اور مسلم کی حدیث سے استنباط کر کے مضامین لکھے ہیں پس یہ اور دوسرے نشان

پورے ہو گئے ہیں اگر صادق نہیں ہوں تو دوسرے مدعی کا نشان بتاؤ؟ اور اسکا ثبوت دکھاؤ۔ بات یہ ہے کہ افترا اور کذب کی عمر نہیں ہوا کرتی۔ یہ جلد فنا ہو جاتے ہیں مفتری کے ہلاک کرنے کے لیے خارجی قوت اور زور کی حاجت ہی نہیں ہوتی خود اسکا افترا اسکو ہلاک کر دیتا ہے۔ اور مفتری کے مقابل پر کبھی جوش نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل جسقدر جوش ہوا۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے مقابل بھی ہوا تھا۔ صادق کے مقابل اس لیے جوش ہوتا ہے کہ شیطان سمجھتا ہے کہ اب مجھے ہلاک کیا جاوے گا اور وہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ اسلیے جہانتک ممکن ہو وہ انکی مخالفت میں زور لگاتا ہے اور یہ جوش پھیل جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بھی بہت سے آدمیوں نے دعوے کیے تھے مگر اب کوئی انکا نام بھی نہیں لے سکتا۔ اسی طرح ہوتا رہا ہے کہ صادق کے مقابل میں بعض کاذب مدعی بھی ہوتے رہے ہیں۔ مگر کبھی مقابلہ کے لیے اسقدر جوش نہیں دکھایا گیا جو صادق کے لیے دکھایا جاتا ہے۔ اس لیے کہ مفتری تو شیطان کے منشا کے موافق ہوتا ہے۔ اسلیے وہ اسکے خلاف جنگ کرنی نہیں چاہتا۔ اور صادق کے سینہ پر پتھر ہوتا ہے اسکو تباہ کرنے کے لیے زور لگاتا ہے مگر آخر خود ہی شیطان اس کے جنگ میں ہلاک کیا جاتا ہے۔

ابو جہل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کسقدر زور لگایا یہانتک کہ مباہلہ بھی کر لیا۔ اور یہ دعا کی کہ جو شخص ہم میں سے کاذب ہے اور جو جھوٹ لاتا ہے اسکو ہلاک کر چنانچہ خود اُسی روز ہلاک ہو گیا۔ یاد رکھو کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جس کے آنے سے ایک پھوٹ نہ پڑی ہو۔ اسکو اصلاح کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ ایک پھوٹ پڑے۔ کیونکہ جس شخص کا جوڑ یا ہڈی اپنی جگہ پر نہ رہے تو وہ نئے اُتار کر نئے سرے لگاتا ہے۔ اکثر مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ آریوں عیسائیوں کو دشمن بنا لیا ہے۔ مگر ان کو معلوم نہیں جو خدا کیطرف سے آتا ہے وہ ضرور اپنے دشمن بنا لیتا ہے کیونکہ اسکو پاک جماعت طیار کرنی پڑتی ہے جنمیں سچی تقوی و طہارت ہو اور سچی اخوت ہو مگر سفلی زندگی کے عادی نہیں سمجھتے کہ خدا تعالے کیطرف سے ایک صلاحیت قائم ہو۔ وہ دنیا سے دل لگا کر خدا تعالی کیطرف سے غافل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں

اب تو آرام سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

یہی انکا مذہب اور مشرب ہوتا ہے حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ یہ مردار زندگی کیا چیز ہے؟ انسان اگر خدا تعالی سے ٹوٹ جاوے تو وہ اس مردار زندگی سے مرنا بہتر سمجھے گا۔ دنیا کے دوست مطلب کے دوست ہوتے ہیں حقیقی محبت اور اخوت خدا تعالے میں ہو کر ملتی ہے۔ ان لوگوں کو دیکھو جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر توبہ کی کیا ان کے باہم تعلقات نہ تھے؟ لیکن جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شناخت میں اُنکی کھلی تو پھر یہانتک متاثر ہوئے کہ بیٹے کو بیٹا نہ سمجھا نہ باپ کو باپ بلکہ وہ تعلقات بالکل قطع ہو گئے اور سارے تعلقات خدا میں ہو کر قائم ہوئے خدا کے لیے دشمن ہو جاتے۔ دنیا کی دوستیں جس میں خدا درمیان نہیں ہوتا وفاداری سے نہیں نباہ سکتے۔ اسیطرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری جماعت میں جب کوئی داخل ہوتا ہے تو اسکے اپنے متعلقین میں اگر خدا تعالے ہدایت نہ کرے ایک شور قیامت برپا ہو جاتا ہے ورنہ بعض گہرے تعلقات کرنے والوں کو قطع تعلق کرنا پڑتا ہے۔ یاد رکھو دنیا انسان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی یہ اسکی اپنی کمزوری ہے کہ اپنی جیسی مخلوق کو نافع یا ضار سمجھتا ہے نفع اور ضرر اللہ ہی سے ملتا ہے۔ ہماری مراد اس سے یہ ہے کہ انسان معرفت کی آنکھ سے خدا کو شناخت کرے۔ جبتک عملی طور پر خدا شناسی کو ثابت کرکے نہ دکھائے تو اُسنے بیہودہ عذر کیا ہے قرآن شریف میں کئی ہزار حکم ہیں انکی پابندی نہیں کی جاتی ادنی ادنی سی باتوں میں خلاف ورزی کر لی جاتی ہے۔ جیسا دیکھا جاتا ہے کہ بعض جھوٹے تو دکاندار بولتے ہیں اور بعض مصالحہ دار جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ خدا تعالی نے اسکو رجس کے ساتھ رکھا ہے۔ مگر بہت سے لوگ دیکھے ہیں کہ رنگ آمیزی کرکے حالات بیان کرنے سے نہیں رُکتے اور اسکو کوئی گناہ بھی نہیں سمجھتے۔ ہنسی کے طور پر بھی جھوٹ بولتے ہیں انسان صدیق نہیں کہلا سکتا جبتک جھوٹ کے تمام شعبوں سے پرہیز نہ کرے۔

انسان جب فسق و فجور میں پڑ جاتا ہے تو پھر ان لذات کو کیسے چھوڑ سکتا ہے اسکے چھوڑنے کی ایک ہی راہ ہے کہ گناہ کی معرفت انسان کو ہو اور یہ معلوم ہو جاوے کہ اللہ تعالے گناہ پر سزا دیتا ہے۔ حیوان بھی جب معرفت پیدا کر لیتا ہے کہ یہ کام کرونگا تو سزا ملے گی تو وہ بھی اسسے بچتا ہے گھوڑے کو بھی اگر چھڑی دکھائی جائے تو وہ بھاگتا ہے اور دہشت زدہ ہو جاتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ انسان انسان ہو کر خدا سے اتنا بھی نہ ڈرے جتنا ایک حیوان سوٹے سے ڈرتا ہے بھیڑئیے کے پاس اگر بکری باندھ دیجاوے تو وہ گھاس نہیں کھا سکتی۔ کیا اس بھیڑیے جتنی دہشت بھی خدا کی نہیں ہے؟ انسان کے پیدا ہونے کی غرض اور غایت تو یہ ہے کہ وہ سچا ایمان پیدا کرے اگر یہ ایمان وہ پیدا نہیں کرتا تو پھر اپنی پیدائش کو عبث سمجھتا ہے اور اگر اس مجلس میں وہ ایمان نہیں ہے تو پھر حرام ہے کہ دوسری مجلس کو تلاش نہ کرے۔ خدا نے مجھے اسی لیے **مامور کیا ہے کہ تقوے پیدا ہو اور خدا پر سچا ایمان جو گناہ سے بچاتا ہے پیدا ہو** خدا تعالے تاوان نہیں چاہتا بلکہ سچا تقوی چاہتا ہے میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ توبہ کرتے وقت گواہ رکھ لیتا تھا میں نے اس کو پوچھا کہ تو ایسا کیوں کرتا ہے اس نے کہا کہ میں نے اسلیے یہ کیا ہے کہ شاید اس توبہ کو توڑتے وقت اس گواہ سے ہی کچھ شرم آجاوے لیکن آخر دیکھا کہ وہ اسکی بھی پرواہ نہ کرکے توبہ توڑتا کیونکہ اصل شرم تو خدا تعالی سے ہونی چاہیے جب خدا سے نہیں ڈرتا اور شرم کرتا تو اور کس سے کیا کرے گا ایسے لوگوں کی وہی مثال ہے

چہ خوش گفت درویش کوتاہ دست
کہ شب توبہ کرد و سحرگاہ شکست

جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں انکو بڑا فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ میں انکے لیے دعا کرتا ہوں دعا ایسی چیز ہے کہ خشک لکڑی کو بھی سرسبز کر سکتی ہے۔ اور مردہ کو زندہ کر سکتی ہے اسمیں بڑی تاثیریں ہیں جہانتک قضاء و قدر کے سلسلہ کو اللہ تعالے نے رکھا ہے کوئی کیسا ہی معصیت میں غرق ہو دعا اسکو بچا لیگی۔ اللہ تعالے اسکی دستگیری کرے گا اور وہ خود محسوس کرے گا کہ میں اب اور ہوں۔ دیکھو جو شخص مسموم ہے کیا وہ اپنا علاج آپ کر سکتا ہے اسکا علاج تو دوسرا ہی کرے گا۔ اس لیے اللہ تعالے نے **تطہیر کے لیے یہ سلسلہ قائم کیا ہے** اور ماموروں کی دعائیں تطہیر کا بہت بڑا ذریعہ ہوتی ہیں۔ دعا کرنا اور کرانا اللہ تعالے کے اختیار میں ہے دعا کے لیے جب درد سے دل بھر جاتا ہے اور سارے حجابوں کو توڑ دیتا ہے اسوقت سمجھنا چاہیے کہ دعا قبول ہو گئی یہ **اسم اعظم** ہے اسکے سامنے کوئی ان ہونی چیز نہیں ہے ایک خبیث کے لیے جب دعا کے ایسے اسباب میسر آجاویں تو یقیناً وہ صالح ہو جاوے اور بغیر دعا کے وہ اپنی توبہ پر بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ بیمار اور محجوب اپنی دستگیری آپ نہیں کر سکتا۔ سنت اللہ کے موافق یہی ہوتا ہے کہ جب دعا میں انتہا تک

پہونچتی ہیں تو ایک ستعد نوز کا انکے دلپر گرتا ہے جو انکی ساری جناتھوں کو جلا کر انکی دور کرتا اور اندر ایک روشنی پیدا کرتا ہے۔ یہ طریق استجابت دعا کا رکھاہے ضرورہے کہ انسان پہلے حالت بیمار یکو محسوس کرے اور پھر طبیب کو شناخت کرے سعید وہی ہے جو اپنے مرض اور طبیب کو شناخت کرتاہے۔ اسوقت دنیا کی حالت بگڑی ہوئی ہے جن باتوں پر چلنے چاہتا تھا کہ قائم ہوں انکو چھوڑ گیاہے باہر وہ ایک پھوڑے کیطرح نظر آتے ہیں جو چمکتاہے مگر اسکے اندر پیپ ہے یا قبر کیطرح ہیں کہ جس کے اندر بجز ہڈیوں کے کچھ نہیں۔

ایسا ہی حال اخلاقی حالتوں کا ہے غیظ وغضب میں آکر گندی گالیاں دینے لگتاہے اور اعتدال سے گذر جاتا ہے

اصل مدعا تو یہ ہونا چاہیے کہ انسان نفس مطمئنہ حاصل کرے نفس تین قسم کے ہیں آمارہ۔ لوامہ۔ مطمئنہ۔ بہت بڑا حصہ دنیا کا نفس امارہ کے نیچے ہے اور بعض جنپر خدا کا فضل ہواہے وہ لوامہ کے نیچے ہیں یہ لوگ بھی سعادۃ کا حصہ رکھتے ہیں بڑا بدبخت وہ ہے جو بدی کو محسوس ہی نہیں کرتا یعنی جو امارہ کے ماتحت ہیں اور بڑا ہی سعید اور بامراد وہ ہے جو نفس مطمئنہ کی حالت میں ہے

یہ نفس مطمئنہ کو ہی خدا نے فرمایا یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً۔

یعنی اے وہ نفس جو اطمینان یافتہ ہے۔ یہ حالت میں شیطان کے ساتھ جو جنگ ہوتی ہے اسکا خاتمہ ہوجاتاہے۔ اور خطاب کے لائق تو مطمئنہ ہی ٹھیرایاہے۔ اور اس آیۃ سے یہی معلوم ہوتاہے کہ مطمئنہ کیحالت میں مکالمہ الٰہی کے لائق ہوجاتاہے خدا کیطرف واپس آنیکے معنی یہی نہیں کہ مرجاتا بلکہ لوامہ اور امارہ کیحالت میں جو خدا تعالی سے ایک بُعد ہوتاہے مطمئنہ کیحالت میں وہ بعیدی نہیں رہتی۔ اور کوئی غبار باقی نہ رہ کر غیب کی آواز اسکو بلاتی ہے۔

تو مجھ سے راضی اور میں تجھ سے راضی۔ یہ رضا کا انتہائی مقام ہوتاہے۔

پھر اللہ تعالے فرماتاہے کہ اب میرے بندوں میں داخل ہوجا اللہ تعالی کے بندے دنیا ہی میں ہوتے ہیں مگر دنیا انکو نہیں پہچانتی دنیا نے آسمانی بندوں سے دوستی نہیں کی۔ وہ ان سے نہیں کرتی ہے وہ الگ ہی ہوتے ہیں اور خدا تعالی کی ردا کے نیچے ہوتے ہیں غرض جب ایسی حالت اطمینان میں پہونچتاہے تو الٰہی اکسیرسے تابناسونا ہوجاتاہے۔ وادخلی جنتی اور تو میری بہشت میں داخل ہوجا۔ بہشت ایک ہی چیز نہیں بلکہ فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ خدا سے ڈرنیوالے کے لیے دو بہشت ہیں۔

غرض اس مقام پر اس آیۃ کی تفسیر اور اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ کی تفسیر فرما کر اس تقریر کو ختم کردیا یہ تفسیر ہم دوسرے وقت درج کریںگے ان شاءاللہ تعالےٰ۔

حیات النبی

یہ ایک خطبہ کا خلاصہ ہے جو ۲۰ فروری سنہ ۱۹۰۳ء کو حضرۃ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ ربہ نے پڑھا

(ایڈیٹر)

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

اللہ تعالے اور اُسکے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی اسپر درود اور سلام بھیجا کرو۔

ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے بہت سی بزرگیاں اور خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں جنپر نظر کرنے سے یقیناً معلوم ہوتاہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنی مخلوقات میں سے جیسا اس عظیم الشان پاک انسان کو بنایا ہے کسی کے لیے ارادہ نہیں کیا کہ اسکی وہ عزۃ اور تکریم ہو جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہوئی ہے آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور وجوہ اعزاز اسقدر ہیں کہ میں یقیناً کہتا ہوں کہ کوئی دعوے نہیں کرسکتا کہ پورے طورپر انکو گن سکے۔

منجملہ اور باتوں کے یہ کسقدر عظیم الشان بات ہے کہ آپ کا نام محمد و احمد رکھا گیا صلے اللہ علیہ وسلم جسقدر نام انبیا کے قرآن میں ہیں یا توراۃ میں مذکور ہوئے ہیں مع ان کے جنکو ہم نقصص کے نیچے رکھتے ہیں کسی نام کے ساتھ یہ نہیں پایا جاتا کہ ایسی ابدی زندگی عطا کی گئی ہو۔ تمام نبی جو آدم علیہ السلام سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہوئے۔ اس دنیا سے الگ ہوگئے۔ دنیا کی کوئی کتاب اور نہ ان کی امتیں اور قومیں غرض کوئی بھی انکا نشان نہیں دیسکتا۔ اور ان کی زندگی کا پتہ نہیں دیتا۔ یہ قرآن کریم اور آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے سبکو خدا کے راستباز اور برگزیدہ نبی تسلیم کرلیا اور اسی کے طفیل سے وہ زندہ ہوگئے۔ اگر قرآن شریف نہ آیا ہوتا تو یقیناً مشکل کیا ناممکن ہوتا انکی نبوتوں کا ثابت کرنا۔ باوجود اس کے کہ قرآن شریف اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو ایک زندگی بخشی ہے (اور یہ عظیم الشان احیاء موتی ہے آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کا جس نے ہزاروں سال کے مردوں کو زندہ کردیاہے) یہ بھی صحیح مسلم بات ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام سے اپنی خصوصیت ذاتی کے لحاظ سے کوئی زندہ نہیں یہ زندگی اور **ابدی زندگی** آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسیکو نہیں ملی جو اپنی خصوصیت ذاتی کے لحاظ سے زندہ جاوید ہیں۔

جیساکہ میں نے ابھی کہا آپ کی زندگی اور تعظیم وجلال کا سب سے بڑا نشان جو ابتدا سے انتہا تک فضیلت بتاتاہے آپکا نام مبارک ہے یعنی **محمد** و **احمد** یہ دونوں نام ہمیشہ کی زندگی فضیلت اور اکرام پر دلالت کرتے ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہیں **محمد** کا لفظ ظاہر کرتاہے کہ آسمان پر بھی مقدر ہوا اور زمین پر بھی یہی مقدر ہوا کہ آپکی تعریف کیجاوے۔ اس سے صاف پایا جاتاہے کہ آپ میں ایک ابدی زندگی کا نشان موجود ہے کیونکہ اگر مثلاً دوسو یا تین سو برس بعد آپکا نشان مٹ جاتا تو **محمد** صیغہ مبالغہ کا موزوں نہ ہوتا۔ لیکن اللہ کا رکھا ہوا نام ضروری تھا کہ ہر زمانہ میں زندہ رہتا

احمد کے لفظ میں بھی اسی کیطرف اشارہ ہے کہ جو طریقہ اور جو ذریعہ اللہ تعالی کی لاشریک حمد کا آپ لائے ہیں وہ بھی ابدی ہے اور وہ ستایش اللہ تعالے نے اسکے عوض میں آپکی کی وہ بھی ابدی ہے۔

یہ چھوٹی سی بات نہیں جسقدر نام نبیوں کے ہیں انکو یاد کرو اور انپر غور کرو۔ کہ کیا کسی نام میں کوئی ایسی پیشگوئی ہے جیسی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام میں پائی جاتی ہے اسطرح پر یہ بڑی عظیم الشان فضیلت ہے آپکی

کل مقربوں اور راستبازوں کا یہ
پھر اس زندگی کے ماتحت عظیم الشان بات یہ ہے کہ آپ کے آثار موجود ہیں جیسے آپکا دین محفوظ ہے ویسے ہی آپکی پیدائش کا مقام سونے کا مقام لڑائی کی جگہ اور آخری آرام کرنے کی جگہ بھی بدستور محفوظ ہے۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں کہ کتاب محفوظ - مولد محفوظ - مدفن محفوظ یہ فضیلت ایسی فضیلت ہے کہ خدا پکار کر کہہ رہا ہے کہ لاریب آپ **افضل الموجودات** ہیں۔

پھر منجملہ ان تمام باتوں کے جو آپکی زندگی پر دلالت کرتی ہیں خدا جو اپنے فضل سے چاہتا ہے کہ آپ ہمیشہ زندہ رہیں اس کے لیے یہ سبب بھی کیا ہے **ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی**۔ آسمان پر ایک جوش رہتا ہے اس امر کے لیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مراتب اور مدارج میں ترقی ہو اور آپ کی کامیابیاں بڑھیں۔ اسلیے خود اللہ تعالے اور اُس کے ملائکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اب دیکھو کہ چھوٹے سے مومن کی دعا بیکار نہیں جاتی۔ اور جو **من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ** کے موافق چھوٹی سی نیکی بھی کسیکی ضائع نہیں کرتا۔ تو ذرہ ملائکہ کی دعاؤں کو اور اپنے درود کو کیوں کر ضائع کردے گا۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ہر ساعۃ آپ کے مدارج اور مراتب کسقدر ترقی ہو رہی ہے۔ جو آپ کی زندگی کو بڑھا رہی ہے۔ تو جب خدا تعالے کہتا ہے کہ **محمد رسول اللہ** (صلے اللہ علیہ وسلم) کے مدارج کی ترقی ہو۔ ملائکہ کہتے ہیں ترقی ہو اور پھر مومن کو حکم ہوتا ہے کہ تم بھی درود پڑھو کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا جب آپ پر درود نہ پڑھا جاتا ہو کیونکہ علاوہ ان درود پڑھنے والوں کے جو مومنوں کا گروہ ہے اللہ تعالے اور اُسکے ملائکہ تو ہر وقت اس کام میں مشغول رہتے ہیں کیونکہ وہیں کسل نہیں ہوتا اور جس میں درود شریف پڑھا جاتا ہے اس سے اندازہ کرو کہ آپ کے درجات میں ہر آن کتنی ترقی ہو رہی ہے۔

ایکبار میں نے خود حضرت امام علیہ الصلوۃ والسلام سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ درود شریف کے طفیل اور کثرت سے یہ درجے خدا نے مجھ کو عطا کیے ہیں اور فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالے کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جاکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر اُنکی لا انتہا نالیاں ہوتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہونچتی ہیں۔ یقیناً کوئی فیض بدون وساطت آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں تک پہونچ ہی نہیں سکتا۔

اور فرمایا درود شریف کیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں جو اللہ تعالے کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اُسکو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے تاکہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو

غرض

اللہ تعالے کو آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی بڑی عظمت اور عزۃ منظور ہے کیونکہ جو عزت اور توحید آپ نے قائم کی ہے کسی اور کے ذریعے سے نہیں ہوئی۔ اور اسوقت بھی اسکے بروز **احمد** نے (خدا کی نصرتیں اور تائیدیں اُسکے ساتھ ہوں) اسی توحید کو قائم کرنے کے لیے غیرت اور جوش پایا ہے۔ اب بیان منشا ہے کہ ایسی حالت میں مسلمانوں کو کسقدر درود شریف کے پڑھنے کی ضرورۃ ہے کیونکہ جس رسول کا یہ درجہ ہے کہ اللہ اور اُسکے ملائکہ اُسپر درود بھیجتے ہیں نا خدا ترس مردہ پرست قوم نے اُسکی بہت ہتک کی ہے اُس سید المعصومین کی نسبت بہت سے فحش ہمیں انکو سننے پڑتے ہیں لا انتہا کتابیں اس شرک عظیم کے حامیوں کیطرف سے شائع کی گئی ہیں اور جو مسلمان باقی رہ گئے ہیں انھوں نے بھی اپنے عملی رنگ سے ہتک کی جبکہ آپ کے اتباع سنت کو چھوڑ دیا جو دین آپ لائے تھے اور جو تعلیم قرآن نے دی تھی اسکو چھوڑ دیا گیا گویا دونوں طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی گئی ہے اس بےعزتی اور ہتک کا انتقام لینے اور اسی عزۃ کو قائم کرنے کے لیے پھر خدا نے اسی کو بھیجا ہے تاکہ پھر زمین پر ایک خدا کی پرستش ہو اور وہ حمد الٰہی سے بھر جاوے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم **محمد و احمد** ثابت ہوں صلے اللہ علیہ وسلم

اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی دو ہی صورتیں ہیں اول یہ کہ مسلمان اتباع سنۃ کریں اور تقوی وطہارۃ اختیار کریں اور پھر جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو زندہ نبی ثابت کرنے کے لیے آیا ہے یعنی مسیح موعود اُسکی امداد اور نصرۃ کے لیے سب اکٹھے ہو جائیں اور سب ملکر اُسکے واسطے دعائیں کریں درود شریف پڑھتے ہوئے جب **علی آل محمد** کہیں تو یقیناً یاد رکھیں کہ اس آخری زمانہ میں مسیح موعود اور اُسکے متبعین اسی آل میں داخل ہیں۔ آخر میں میں اپنی ساری جماعت کو نصیحت کرتا ہوں وہ دونوں صورتوں سے درود شریف پڑھنے میں مصروف رہیں بہت تھوڑے ہیں جو جانتے ہیں کہ انکا محبوب و آقا کس نازک کام میں مصروف ہے پس سب مسلمان اللہ اور اُسکے ملائکہ کے ساتھ ہو کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں حیف ہوگا اگر ہماری جماعت کا کوئی وقت ضائع ہو جاوے۔ کیونکہ وہ یاد رکھیں کہ ہمارا محبوب آقا بہت بڑے فکروں میں گھرا ہوا ہے دشمنان دین کے حملوں سے وہ اکیلا اسلام کے لیے سینہ سپر ہو کر لڑ رہا ہے پس بدنصیب ہوگا وہ شخص جو اسکا بوجھ بٹانے میں شریک نہ ہوا اور راہ یہی ہے کہ اپنے چال چلن کو درست کریں اور اتباع سنۃ میں قدم بڑھائیں اور درود شریف پڑھتے رہیں۔

اب وقت ہے کہ ہر ایک اپنے وقت کی قدر کرے اور اسے ضائع نہ کرے۔

سورۃ جمعہ پر حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

گذشتہ اشاعۃ سے آگے

یہ وہ **ذکر** ہے جو آخری خلیفہ کہلاتا ہے یہ وہ **راہ** ہے جو صراط مستقیم ہے۔ پس اسطرف آجاؤ۔ اور اسوقت دجالی تحریکوں کیطرف نہ جاؤ۔ اس صراط مستقیم کیطرف آنے یا اس ذکر کیطرف متوجہ ہونے کا اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ مان لیا کہ وہ حق ہے اور خدا کیطرف سے آیا ہے۔ یہ ایمان **زندہ ایمان** نہیں کہلاتا جبتک اسمیں عمل کی روح نہ ہو۔ یہ بالکل سچ ہے کہ ایمان بدون عمل کے **مردہ** ہے۔ میں جوقت حضرت امام کے منہ سے یہ سنتا کہ تم میں سے بہت ہیں جو اس چشمہ پر پہونچ گئے ہیں جو زندگی کا چشمہ ہے مگر ابھی پانی نہیں پیا۔ ہاں منہ رکھدیا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جوقت سے میں نے یہ سنا ہے میں بہت ہی ترساں ہوں اور استغفار پڑھتا رہتا ہوں کہ خدا نہ کرے کہیں وہ میں ہی نہ ہوں۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے کہنے میں ہم

سب یہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود۔ محبوب اور مطاع نہ ہوگا۔ اور کوئی غرض و مقصد اللہ تعالیٰ کے اس راہ میں روک نہ ہوگی۔ اس امام نے اس مطلب کو ایک اور رنگ میں ادا کیا ہے کہ ہم سے یہ اقرار لیتا ہے

دین پہ دنیا کو مقدم کروں گا

اس اقرار کو مدنظر رکھکر اپنے عملدرآمد کو سوچلو کہ کیا اللہ تعالیٰ کے احکام اور اوامر و نواہی مقدم ہیں یا دنیا کے اغراض و مطالب۔ اس اقرار کا منشا یہ ہے کہ ساری چیزوں میں اللہ کے خوف کی اور حصول مطالب کی امید کی اللہ تعالیٰ کے سوا نہ رہیں یعنی خوف ہو تو اسی سے امید ہو تو اسی سے وہی معبود ہو اسی کی عظمت و جبروت کا خوف ہو جس سے اطاعت کا جوش پیدا ہو۔ ایسی اطاعت اور عبادت روح میں ایک تذلل اور انکساری پیدا کرے گی۔ جس سے سرور اور لذت پیدا ہوگی۔ اور عملی زندگی کو قوت ملے گی لیکن جب اللہ تعالیٰ کی صفات پر کامل ایمان نہ ہو تو اس ایمان میں عملی قوت پیدا کرنیکی صلاحیت نہیں ہوتی۔ وہ اس کھائے ہوئے دانہ کیطرح ہوتا ہے جسمیں نشوونما پانیکی خاصیت باقی نہیں رہی۔ غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم نماز کے لیے جمعہ کے دن بلائے جاؤ تو بیع کو چھوڑ کر ذکر اللہ کیطرف آجاؤ۔

عام جمعوں میں چھوٹی چھوٹی بیع ہے لیکن مسیح موعود کا وقت چونکہ عظیم الشان جمعہ ہے اس لیے اس وقت دجال کا فتنہ بہت بڑی بیع ہے اسلیے فرمایا کہ اسکو چھوڑو اور ذکر اللہ کیطرف آجاؤ۔ نتیجہ اسکا کیا ہے؟

ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون

اگر تمکو کچھ علم ہے تو یاد رکھو کہ یہ تمھارے لیے مفید ہے۔ اسمیں خیر و برکت ہے تمھارے لیے اللہ تعالیٰ جس امر کو خیر و برکت کا موجب قرار دیتا ہو اسکو نفی یا وہمی خیال کرنا کفر ہے۔ انسان چونکہ عواقب الامور اور نتائج کا علم نہیں رکھتا اسلیے وہ بعض اوقات اپنی کمزوری کم علم اور کمی معرفت کی وجہ سے گھبرا جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے مامور کی صحبت میں رہنا یا اسکے پاس جانا اخراجات کو چاہتا ہے یا بعض تجارتی کاموں میں اس سے حرج واقع ہوگا دوکان بند کرنی پڑیگی یا کیا کیا عذر تراشتا ہے لیکن خدا تعالیٰ یقین دلاتا ہے کہ اسکی آواز سنتے ہی حاضر ہو جانا خیر و برکت کا موجب ہے۔ اسمیں کوئی خسارہ اور نقصان نہیں۔ مگر تمکو اسکا علم ہونا چاہیے جیسا اسمیں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے ہاں

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون

جب نماز ادا کر چکو تو زمین میں پھیل جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو لو۔ اسکا اصل اور گر یہ ہے اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تم مظفر و منصور ہو جاؤگے۔

خدا کی یاد ساری کامیابیوں کا راز اور ساری نصرتوں اور فتوحات کی کلید ہے۔

اسلام انسان کو بیدست و پا بنانا یا دوسروں کے لیے بوجھ بنانا نہیں چاہتا۔ عبادۃ کے لیے اوقات رکھے ہیں جب ان سے فارغ ہو جاوے پھر اپنے کاروبار میں مصروف ہو۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ان کاروبار میں مصروف ہو کر بھی یاد الٰہی کو نہ چھوڑے بلکہ

دست بکار دل بہ یار ہو

اور اسکا طریق یہ ہے کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھے اور دیکھے کہ آیا خلاف مرضی مولیٰ تو نہیں کر رہا۔ جب یہ بات ہو تو اسکا ہر فعل خواہ وہ تجارۃ کا ہو۔ یا معاشرت کا۔ ملازمت کا ہو یا حکومت کا غرض کوئی بھی ہو عبادۃ کا رنگ اختیار کرلیتا ہے یہانتک کہ کھانا پینا بھی اگر امر الٰہی کے نیچے ہو تو عبادت ہے۔

یہ اصل ہے جو ساری فتحمندیوں کی کلید ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس اصل کو چھوڑ دیا۔ جبتک اسپر عملدرآمد رہا۔ اسوقت تک وہ ایک قوم فتحمند قوم کی حالت میں رہی لیکن جب اسپر سے عمل جاتا رہا تو نتیجہ یہ ہوا کہ یہ قوم ہر طرح پستیوں میں گرگئی۔

واذا راوا تجارۃ او لہوا انفضوا الیہا وترکوک قائما قل ما عند اللہ خیر من اللہو ومن التجارۃ واللہ خیر الرازقین

اور جب تجارت کے سامان مہیا ہیں یا کھیل تماشہ کا وقت پاتے ہیں وہ تجھے چھوڑ کر چلدیتے ہیں انکو کہدو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو چیز ہے وہ ساری تجارتوں اور کھیل تماشوں سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر رزق دینے والا ہے۔

یہ حالت انسان کی اسوقت ہوتی ہے جب وہ خدا تعالیٰ پر سچا اور کامل یقین نہیں رکھتا۔ اور اسکو رازق نہیں سمجھتا۔ یوں ماننے سے کیا ہوتا ہے جب کامل ایمان ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کیلیے سب کچھ چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

بعض لوگوں سے پوچھا ہے کہ تم جو گھر جاتے ہو کیوں؟ کیا ہے وہ دیکھو۔ اگر غور

تو پھر یہ خدا کے اس ارشاد کے نیچے ہے لہو و تجارۃ کو گویا خدا تعالیٰ پر مقدم کرتا ہے اس سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کو خیر الرازقین یقین کرو اور یہ مت خیال کرو کہ صادق کی صحبت میں رہنے سے کوئی نقصان ہوگا کبھی ایسی جرأت کرنیکی کوشش نہ کرو کہ اپنی ذاتی اغراض کو مقدم کرلو۔ خدا کے لیے جو کچھ انسان چھوڑتا ہو اس سے کہیں بڑھ کر پا لیتا ہے۔ تم جانتے ہو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا چھوڑا تھا اور پھر کیا پایا صحابہ نے کیا چھوڑا ہوگا اسکے بدلے میں کتنے گنے زیادہ خدا نے انکو دیا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے جو نہیں ہے للہ خزائن السمٰوٰت والارض تجارت تو بغیر خسارہ کا ہو جانا یقینی امر کاروبار میں تباہیوں کا واقع ہو جانا قرین قیاس ہے لیکن خدا تعالیٰ کے لیے کسی چیز کو چھوڑ کر کبھی بھی انسان خسارہ نہیں اٹھا سکتا۔

ناظم ندوہ سے خط و کتابت

میرے دوسرے خط کے بعد بھی مولوی صاحب نے میرے سوالوں کے جواب نہیں دیے اور ایک کارڈ لکھ بھیجا جو ذیل میں درج کرتا ہوں جس سے پھر انھوں نے کسی تخاطب کی امید ہی نہ رکھی۔ وہ کارڈ یہ ہے۔

۷۸۶

از فقیر محمد علی کان اللہ لہ۔ منشی ارادت حسین صاحب سلمہ۔ وعلیکم السلام۔ خط پہنچا۔ پہلی تحریر بھی مخفیں اس لیے لکھی گئی تھی کہ مجھے گمان ہوا تھا کہ شاید مقاصد ندوہ کو سمجھنا مطلوب ہے۔ اس خط سے معلوم ہو گیا کہ صرف بحث و مجادلہ کی خواہش ہے۔ تو ہمارے بزرگان طریقت و شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے اور مجھے انکی فرمانبرداری کو میں اپنا شعار جانتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ شانہ سے اس کی پوری تعمیل کی تمنا و التجا رکھتا ہوں وھو لکل امل جدیر وعلی ما نشاء قدیر۔ آئندہ کسی مخاطبت کا میری جانب سے امید نہ رکھو۔ در رمضان المبارک۔ مونگیر مخصوصیہ

ناظرین ذرا متوجہ ہو کر سنو اور غور کرو کہ مولوی صاحب نے کیا اوپر ہی اوپر ٹالا ہے۔ اور پھر ہرگز ہرگز جواب دینا اور سیدھی تسلی کرنا نہیں چاہتے علاوہ اس کے کہ بحث و مجادلہ کوئی بری بات نہیں

جسکو اُن کے بزرگان شریعت و طریقت نے
منع کیا ہو میں ناظرین سے انصاف چاہتا ہوں
کہ میرے دوسرے خط کا کونسا لفظ ہے جس
سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میری خواہش بحث
و مجادلہ کی ہے؟ میں مولوی صاحب سے
خود پوچھتا ہوں کہ آپ نے میرے کن الفاظ
سے یہ سمجھ لیا ہے کہ میری خواہش بحث و
مجادلہ کی ہے مگر چونکہ انھوں نے صاف
لکھدیا کہ "آیندہ کسی تخاطب کا میری
جانب سے انتظار نہ رہے"۔ سو جسے میں نے انکو
پھر خط لکھنا مناسب نہ سمجھا۔ مگر اب اس اخبار
کے ذریعہ سے کل علماء ندوہ کے ساتھ انکو
بھی مخاطب کرتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ
میرے کون سے الفاظ میں سے میری بحث و
مجادلہ کی خواہش پائی جاتی ہے؟ ناظرین
دیکھو کہ میں نے صاف صاف عاجز ہونیکی
مجبوری انکو دکھلا کر کہا تھا کہ "اسلیے امیدوار
ہوں کہ آپ میرے اُس خط کا جواب تحریر
فرماکر عنایت فرمائے تاکہ میں اُسمیں غور
کرسکوں اور اپنی تسلی ہو جانیکی کوشش کرسکوں
اور پھر اُس کے بعد جو کچھ بھی میرے دل میں خیال
پیدا ہو اُسکو آپ پر ظاہر کروں"۔ اس کے بعد
کون انصاف پسند دل ہے جو یہ فیصلہ کرے
کہ میری خواہش بحث و مجادلہ کی تھی؟ پھر میں نے
خط کو ختم کرتے کرتے بھی کہا تھا کہ "سر دست
ندوہ کے بارہ میں میری تسلی کیجیے اور تحریر سے
کیجیے تاکہ مجھکو غور و فکر کرنے کا زیادہ موقعہ
اور ان تحریروں کو شائع بھی کرسکوں"۔ اب
میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان سے بڑھ کر کون سے
الفاظ ہو سکتے ہیں جو مولوی صاحب کو یقین
دلاتے کہ میں اپنی تسلی چاہتا ہوں

ناظرین اصل حقیقت یہ ہے کہ مولوی صاحب
میرے سوالوں کا کافی و شافی جواب نہیں
دے سکتے اور نہ کوئی ندوی دے سکتا ہے اسلیے
مولوی صاحب نے پہلے تو یہ سوچا کہ جواب تو
کیونکر دونگا بس یہ لکھدو کہ تم چلے آؤ تمھاری
تسلی کردی جائیگی کیونکہ انھوں نے دیکھا کہ
اول تو شاید آئیگا ہی نہیں اور اگر آیا بھی تو
کچھ ادھر اُدھر کے جواب دیدونگا - اہل انصاف
کو اطلاع ہی نہ ہوگی کہ کیا جواب دیا گیا جو وہ انصاف
کرینگے اور اگر یہ عاجز کچھ اصرار کرتا کہ آپ کے
جواب ناکافی اور کسی حق جو کی تسلی نہیں کرسکتے
تو وہ یہ کہدیتے کہ تم یونہی لفظ حجتی کرتے ہو تمہیں
طلب حق منظور نہیں۔ بیکار اس جواب کیطرف
اُن کے پہلے ہی خط میں اشارہ ہے جہاں وہ
لکھتے ہیں کہ اگر طلب حق ہے تو کافی طور سے

اطمینان ہو جائے گا۔ مگر جب قوی دلائل سے
انکو کہا گیا کہ تحریری گفتگو ہر حالت میں بہتر ہے
اور تحریری ہی جواب عنایت فرمایا جاوے
تو وہ اپنے اُس بہانہ کو ٹوٹا ہوا دیکھکر کہ چلیے
آؤ اور اپنا اطمینان کرلو یہ لکھ بھیجا کہ "صرف
بحث و مجادلہ کی خواہش ہے۔ تو ہمارے
بزرگان طریقت و شریعت نے اس سے منع
فرمایا ہے"۔ مگر ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ
میری خواہش مباحثہ کی نہیں تھی صرف میں
یہ چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب میرے سوالونکا
جواب دیں اور میں اُسمیں غور کروں اور اپنی
تسلی ہو جانیکی کوشش کروں اور پھر جو خیال
میرے دل میں پیدا ہو اُس سے مولوی صاحب
کو مطلع کردوں اور کل تحریرونکو شائع بھی
کروں تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ ہو
اور یہ بات زبانی گفتگو میں نہیں ہوسکتی تھی
مگر چونکہ مولوی صاحب کو جواب دینا ہی نہ
تھا اور نہ دے سکتے تھے اس وجہ سے ہمیشہ
بہانہ ہی ڈھونڈتے رہے ہیں اس نتیجہ پر
کہ میرے سوالات کا کوئی ندوی بھی کافی جواب
نہیں دیسکتا بڑی بصیرت سے پہونچا ہوں جسکی
دلیل اول تو یہی ہے کہ سوا اس کے کوئی وجہ معلوم
نہیں ہوتی جو مولوی صاحب کو جواب دینے
سے مانع ہوئی ہو۔ اور دوسری دلیل یہی
ہے کہ جب مولوی صاحب نے جواب نہیں دیا
تو میں نے ایک اور ندوہ کے عالم کے سامنے اپنے
سوالات کو پیش کرکے اپنی تسلی چاہی تو
وہ بھی جواب نہ دیسکے بلکہ انھوں نے اقرار
کیا کہ بیشک معقول اعتراض ہیں۔ خدا اُنکو
اس حق پسندی کا اجر دے۔ اور ناظرین!
عنقریب اور بھی قوی دلیل اس بات کی ملجائیگی
جب تم دیکھوگے کہ کوئی ندوی میرے سوالات
کے کافی جواب ہرگز ہرگز شائع نہ کرے گا
اور ہرگز نہ کرسکے گا۔

مولویصاحب کے پچھلے کارڈ سے ایک شبہ
عام لوگوں کو یہ بھی پیدا ہوسکتا ہے کہ بحث
مجادلہ اچھی چیز نہیں ہے جبھی تو مولوی صاحب
نے اس سے منع فرمایا ہے۔ مگر اے ناظرین! یہ بات
غلط ہے بیشک نرا تحکم اور ہٹ دھرمی بُری
چیز ہے۔ مگر بحث و مجادلہ کوئی بُری چیز نہیں
یہاں مولویصاحب کا یہی مطلب بحث سے ہے
نہ تحکم۔ کیونکہ صاف لفظ بحث کا موجود ہے
اور مجادلہ کبھی نرے تحکم کے معنی میں بھی استعمال
ہو جاتا ہے مگر یہاں نہیں۔ مجادلہ بحث کی تفسیر واقع
ہوئی ہے کیونکہ مولویصاحب کا یہ تو مطلب
ہو ہی نہیں سکتا کہ میری خواہش بحث کی تھی

جو اچھی چیز ہے اور مجادلہ یعنی تحکم کی بھی ہے
جو بُری چیز ہے۔ تو اب اے ناظرین! میں سخت
حیران ہوں کہ مولوی صاحب نے یہ کیا لکھدیا
کہ "ہمارے بزرگان شریعت و طریقت نے اس
سے (یعنی بحث و مجادلہ سے) منع فرمایا ہے"۔
جب کہ سارا قرآن بحث و مباحثہ سے بھرا پڑا ہے
اور صاف حکم خدا کا موجود ہے ادع الی
سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ
الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن
ترجمہ عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے
اپنے پروردگار کے راستہ کیطرف بلاؤ اور انکے
ساتھ مجادلہ کرو ایسے طور پر کہ وہ بہت ہی پسندیدہ ہو۔

کیا یہ آیت اور ایسی ایسی اور آیتیں اس کارڈ کے
لکھتے وقت مولویصاحب کو بھول گئی تھیں؟
خیر کچھ ہی ہو مگر یہ ثابت ہے کہ مباحثہ کچھ بُری
چیز نہیں۔ اور علاوہ اس کے خود مولویصاحب
نے چند کتابیں مباحثہ اور مجادلہ کی عیسائی
وغیرہ کے مقابل میں لکھی ہیں اور اپنی کتابیں
عیسائیوں کو چیلنج بھی دیا ہے اور ان کے چیلنج پر
خود بھی تیار رہے ہیں مصنف نیاز نامہ کو
تحریری مباحثہ کے لیے کہا بھی تھا مگر وہ اس موقع
پر کیوں ایسا لکھتے ہیں کہ ہمارے بزرگان طریقت
و شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے اسکو ناظرین
ہی کی سمجھ پر چھوڑتا ہوں۔

اب میں پھر ندوہ کے علماء کو مخاطب کرکے لکھتا
ہوں کہ میرے سوالات کا جواب شائع کریں یا
میرے سوالات کا حق ہونا مان لیں۔ اور اگرچہ
مولوی صاحب نے اپنی طرف سے میرے ساتھ تخاطب
کرنا موقوف کردیا ہے مگر میں موقوف نہیں کرتا
اور انھیں اب بھی اختیار ہے کہ ہمارے سوالونکا
تحریری جواب دیں

عاجز ارادہ حسین احمدی نزیل قادیان۔

اپنے دوستونکو اطلاع

میاں غلام رسول حجام احمدی ساکن امرتسر قلعہ بھنگیاں
متصل حویلی کلکتیاں اعلیٰ درجے کا کھانا پکانیوالا ہے
چنانچہ جہلم جب حضرت اقدس تشریف لیگئے تھے تو
تو جہلم کی جماعت نے میاں غلام رسول کو امرتسر سے بلایا
تھا اور انہوں نے نہایت خوبی اور قابلیت کے ساتھ
اپنے کام کو سرانجام دیا تھا۔ احمدی جماعت میں سے جس
کسی بھائی کو شادی یا کسی اور تقریب پر عمدہ کھانا
پکانے والے کی ضرورت ہو تو اُسکو لازم ہے کہ وہ